بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

جلد 69

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 51

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

1 ؍جمادی الاوّل 1442 ہجری قمری • 17 ؍فتح 1399 ہجری شمسی • 17 ؍دسمبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ

(النساء:136)

ترجمہ: اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 11؍دسمبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ خود قوم اپنی حالت کو تبدیل نہ کرے

خدا تعالیٰ کی طرف پناہ لو اور نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو، نمازیں معاف نہیں ہوتیں، پیغمبروں کو بھی معاف نہیں ہوئیں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

اُولی الامر کی اطاعت

قرآن میں حکم ہے۔ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (النساء:60) اب اُولِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت کا صاف حکم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ گورنمنٹ مِنۡکُمۡ میں داخل نہیں تو یہ اسکی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو بات شریعت کے موافق کرتی ہے وہ مِنۡکُمۡ میں داخل ہے۔ جو ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اسکی باتیں مان لینی چاہئیں۔

سعادت کی راہیں اختیار کریں

نیک بختی اور تقویٰ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور سعادت کی راہیں اختیار کرنی چاہئیں تب ہی کچھ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (الرّعد:12) خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ خود قوم اپنی حالت کو تبدیل نہ کرے...... ضروری بات یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، اتلافِ حقوق اور بدکاریوں سے باز آئیں۔ یہ بات خوب طور پر ثابت ہے کہ بعض اوقات جب ایک بدی کرتا ہے تو وہ سارے شہر اور گھر کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ پس بدیاں چھوڑ دیں کہ وہ ہلاکت کا موجب ہیں۔

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو

خدا تعالیٰ کی طرف پناہ لو اور نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ کبھی لوگ ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ پیغمبروں کو بھی معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی، انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 238 تا 240، مطبوعہ قادیان 2018)

آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر یہ دینی خدمت میں مشغول رہا تو اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پلے گا

آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ دین کی خدمت کرے گا تو اس کے طفیل اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کی روزی میں بھی برکت پیدا کر دے گا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے وقت میں جب میر محمد اسحاق صاحب کی تعلیم کا زمانہ آیا (میر صاحب مجھ سے پونے دو سال چھوٹے تھے) تو ہمارے نانا جان مرحوم نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا کہ اسے کیا پڑھایا جائے۔ آپ نے فرمایا اس کو دینی تعلیم دلوایئے۔ ایک بیٹے کو تو آپ نے دنیا پڑھائی ہے اس کو دینی تعلیم دلوا دیں۔ اس پر نانا جان مرحوم نے اپنی طرف سے یا نانی امّاں کی طرف سے کہا کہ پھر تو یہ اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پلے گا۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا بعض دفعہ ایک شخص کو دوسرے کی خاطر روٹی دیتا ہے آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر یہ دینی خدمت میں مشغول رہا تو اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پلے گا۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ دین کی خدمت کرے گا تو اسکے طفیل اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کی روزی میں بھی برکت پیدا کر دے گا۔ پھر آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ سُنایا۔ جب وہ اسلام لائے تو اُن کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ مَیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھوں اور آپکی باتیں سنوں۔ چنانچہ وہ رات دن مسجد میں بیٹھے رہتے تھے تا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی باہر تشریف لائیں اور کوئی بات کریں تو اس کے سننے سے محروم نہ رہیں۔ اُن کی روایات کی کثرت کو دیکھ کر بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بڑے پرانے صحابی تھے حالانکہ وہ پرانے صحابی نہیں بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف تین سال پہلے ایمان لائے تھے مگر روایتیں سب سے زیادہ اُنہی کی ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ پُرانے پُرانے صحابیوں کو نہیں جانتے مگر ابو ہریرہؓ کو جانتے ہیں کیونکہ حدیثوں میں بار بار آتا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے یہ کہا ابو ہریرہؓ نے وہ کہا۔ غرض وہ بہت بعد میں اسلام لائے ہیں لیکن اُن کے دل میں دین سیکھنے کا جوش تھا جب وہ ایمان لائے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے متعلق انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ چونکہ اور لوگوں نے آپ کی بہت سی باتیں سُن لی ہیں اور مجھے آخر میں ایمان لانیکی توفیق ملی ہے اس لئے مَیں اب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ جس طرح قریش مکہ میں آکر بیٹھ گئے تھے وہ بھی مسجد میں آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے عہد کیا کہ جس طرح بھی ہو سکا مَیں دین کی خدمت کروں گا دنیا کا کوئی کام نہیں کروں گا۔ اِن کا ایک بھائی بھی مسلمان ہو چکا تھا چونکہ یہ سب کاروبار چھوڑ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آبیٹھے تھے اس لئے کچھ مدت تو وہ اپنے ایمان کے جوش میں اپنے بھائی کو کھانا پہنچاتا رہا۔ عربوں کی زندگی بہت ہی سادہ ہوا کرتی تھی وہ کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے اور اس کو غذا کیلئے کافی سمجھتے یا کبھی سوکھا گوشت مل جاتا تو وہی کھا کر پانی پی لیتے۔ غرض بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور ان کو کھانا پہنچانا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ مگر کچھ مدت تک ایمان کے جوش میں انہیں کھانا پہنچانے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کا بھائی تنگ آگیا (حضرت ابو ہریرہؓ ایک عیسائی خاندان میں سے تھے اور اُن کی والدہ بھی عیسائی تھیں) جب اُس نے تنگی محسوس کی تو ایک دن وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ابو ہریرہؓ سے کہئے کہ وہ کچھ کمایا بھی کرے۔ یہ کیا کہ سارا دن مسجد میں ہی بیٹھا رہتا ہے کوئی کام نہیں کرتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ خدا اس کے طفیل تمہیں بھی رزق دیتا ہو۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے یہی واقعہ ہمارے نانا جان مرحوم کو سنایا چنانچہ اس کے بعد نانا جان مرحوم نے دُنیوی تعلیم کا ارادہ چھوڑ کر انہیں اسی کام پر لگا دیا۔

(تفسیر کبیر، جلد 10، صفحہ 116 تا 117، مطبوعہ قادیان 2010)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاموشی اور توجہ کے ساتھ خطبہ سننے کی ہدایت

(934) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنے ساتھی سے جمعہ کے وقت جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو کہو چپ رہو تو تم نے بھی لغو بات کی۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الجمعہ)

(962) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عیدین پڑھی ہیں۔ یہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔

(964) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں اور آپؐ نے نہ اس سے پہلے کوئی (نفل) پڑھے اور نہ اسکے بعد۔ پھر آپ عورتوں کے پاس آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے عورتوں کو صدقہ کا حکم دیا تو وہ صدقہ دینے لگیں۔ کوئی عورت اپنی بالی پھینکتی اور کوئی اپنا ہار۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب العیدین، مطبوعہ قادیان 2006)

......☆......☆......☆......

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 27؍نومبر 2020ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)

مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 2010

اختتامی خطاب سالانہ اجتماع انصار اللہ یو کے 2010

پیغام سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

وصایا

خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

محمد حسین بٹالوی کے لئے
کرامات الصادقین کی غلطیاں نکالنے پر فی غلطی پانچ روپے کا انعام

گزشتہ دو شماروں میں ہم نے کتاب ”کرامات الصادقین“ کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرشوکت چیلنج کا ذکر کیا تھا کہ اس کتاب کی مثل لانے پر آپؑ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کیلئے ایک ہزار روپے کا انعام رکھا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی عوام میں یہ شہرت دیتے رہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام علم قرآن اور علم عربی سے بے بہرہ اور کذاب اور مفتری ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو قرآن مجید کی تفسیر کے لئے بلایا تا وہ لوگ جو اس کی جھوٹی باتوں سے بدظن ہو رہے ہیں اُنہیں حقیقت کا علم ہو اور پتا چل جائے کہ کس کو اللہ تعالیٰ نے علم قرآن عطا کیا ہے اور کون علم قرآن اور علم عربی سے بے بہرہ ہے۔

پہلے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی کسی بھی سورۃ کی تفسیر اور ایک سو اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و شان میں عربی فصیح و بلیغ میں نظم کرنے کا چیلنج دیا اور یہ بھی لکھا کہ جو مقابلہ سے بھاگے گا اُس پر خدا کی دس لعنتیں ہوں گی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مقابلہ کے لئے میدان میں نہیں آئے اور دس لعنتیں قبول کر لیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے مقابلہ سے بھاگنے کیلئے یہ عذر تراشا کہ :

”اوّل ہم آپ کی عربی تالیفوں کو آزمائش کی نظر سے دیکھیں گے کہ وہ سہو اور نسیان سے مبرا ہیں یا نہیں اور کوئی غلطی صرف اور نحو کی رُو سے ان میں پائی جاتی ہے یا نہیں اگر نہیں پائی جائیگی تو پھر بالمقابل تفسیر لکھنے اور سو شعر کا قصیدہ بنانے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔“ (کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 46)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے فرار پر لکھا کہ :

”دانشمندوں نے سمجھ لیا کہ بطالوی صاحب نے اپنی جان بچانے کیلئے یہ حیلہ نکالا ہے کیونکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ عربی یا فارسی کی کوئی مبسوط تالیف سہو اور غلطی سے خالی نہیں ہو سکتی اور حیلہ جُو کیلئے کوئی نہ کوئی لفظ گو سہو کاتب ہی سہی حجت پیش کرنے کیلئے ایک سہارا ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہاتھ پیر مار کر اور مثل مشہور مرتا کیا نہ کرتا پر عمل کر کے یہ شرمناک عذر پیش کر دیا اور اپنے دل کو اس بازاری چال بازی سے خوش کر لیا کہ کسی ایک سہو کاتب یا فرض کرو اتفاقاً کسی غلطی کے نکلنے سے یہ حجت ہاتھ آجائے گی کہ اب غلطی تمہاری کسی کتاب میں نکل آئی اسلئے اب بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ (ایضاً صفحہ 47)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اچھی طرح اتمام حجت کی خاطر کتاب کرامات الصادقین تالیف فرمائی جس میں عربی فصیح و بلیغ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھی اور چار قصائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و شان میں نظم فرمائے اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو مقابلہ کے لئے بلایا۔ مقابلہ کی صورت میں آپؑ نے ان کیلئے ایک ہزار روپے کا انعام مقرر فرمایا۔ اور چونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مقابلہ سے فرار ہونے کے لئے یہ عذر تراشا تھا کہ پہلے ہم آپ کی عربی تالیفوں کو آزمائش کی نظر سے دیکھیں گے کہ وہ غلطیوں سے پاک ہیں یا نہیں، اگر وہ غلطیوں سے پاک ہونگی تو ہی مقابلہ ہوگا ورنہ نہیں لہٰذا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت ضروری سمجھا کہ انہوں نے جو اپنی جھوٹی اُستادی ظاہر کی ہے اسے بھی پاش پاش کر دیا جائے لہٰذا جہاں آپؑ نے کرامات الصادقین کی مثل لانے پر ایک ہزار روپے کا انعام مقرر فرمایا وہاں آپؑ نے کرامات الصادقین کی غلطیاں نکالنے پر فی غلطی پانچ روپے دینے کا وعدہ فرمایا۔ آپؑ نے تحریر فرمایا:

”نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ بعد بالمقابل قصائد اور تفسیر شائع کرنے کے اگر اِن کے قصائد اور اِن کی تفسیر نحوی و صرفی اور علم بلاغت کی غلطیوں سے مُبرّا نکلے اور میرے قصائد اور تفسیر سے بڑھ کر نکلے تو پھر باوصف اپنے اِس کمال کے اگر میرے قصائد اور تفسیر بالمقابل کے کوئی غلطی نکالیں گے تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام بھی دوں گا۔ مگر یاد رہے کہ نکتہ چینی آسان ہے ایک جاہل بھی کر سکتا ہے مگر نکتہ نمائی مشکل۔“ (ایضاً صفحہ 49)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمد حسین بٹالوی کو غلطیاں نکالنے کی اجازت اس صورت میں دی جبکہ وہ آپؑ کے بالمقابل تفسیر لکھیں اور قصیدہ نعتیہ رقم کریں ورنہ مفت میں نکتہ چینی کی اجازت نہیں متکبر کو خدا ذلیل کرتا ہے چونکہ محمد حسین بٹالوی خدا کے ایک نبی کے مقابل کھڑے ہو گئے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے رُوحانیت اُن سے چھین لی اور اُنکی عقل ماردی اور انکی علمیت کو جہالت میں تبدیل کر دیا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ شیخ بطالوی نے جس قدر اس عاجز کی بعض عربی عبارات سے غلطیاں نکالی ہیں اگر ان سے کچھ ثابت ہوتا تو بس یہی کہ اب اس شیخ کی خیرگی اور بے حیائی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ صحیح اسکی نظر میں غلط اور فصیح اس کی نظر میں غیر فصیح دکھائی دیتا ہے اور معلوم نہیں کہ یہ نادان شیخ کہاں تک اپنی پردہ دری کرانا چاہتا ہے اور کیا کیا ذلتیں اِسکے نصیب ہیں بعض اہلِ علم ادیب اِس کی یہ باتیں سن کر اور اس کی اس قسم کی نکتہ چینیوں پر اطلاع پا کر اس پر روتے ہیں کہ یہ شخص کیوں اس قدر جہل مرکب کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ (ایضاً صفحہ 63)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ صاحب کی ”علمیت“ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ شیخ بطالوی علم عربیت سے بکلی بے نصیب ہے غلطیوں کا نکالنا اُن لوگوں کا کام ہوتا ہے جو کلام جدید اور قدیم عرب پر نظر محیط رکھتے ہوں اور محاورہ اور عدم محاورہ پر انکو اطلاع ہو اور ہزار ہا اشعار عرب کے انکی نگاہ کے سامنے ہوں اور تتبع اور استقراء کا ملکہ ان کو حاصل ہو مگر یہ بیچارہ شیخ جس نے اُردو نویسی میں ریش سفید کی ہے علم ادب اور بلاغت فصاحت کو کیا جانے۔ کبھی کسی نے دیکھا یا سنا کہ کوئی دو چار سو شعر عربی میں اس بزرگ نے نظم کر کے شائع کئے ہوں اور مجھے تو ہرگز ہرگز اس قدر بھی امید نہیں کہ ایک شعر بلیغ و فصیح بھی بنا سکتا ہو یا ایک سطر لوازم بلاغت و فصاحت کے ساتھ عربی میں لکھ سکتا ہو ہاں اُردو خوان ضرور ہے۔“ (صفحہ 64)

اب ہم ذیل میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی ”علمیت“ کا ایک واقعہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ”راز حقیقت“ رُوحانی خزائن جلد 14 سے پیش کرتے ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 21 نومبر 1898 کو ایک اشتہار شائع فرمایا اور محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھا کہ اب اس بات سے بکلّی نومیدی ہے کہ آپ مباحثات سے کسی بات کو مان لیں اور نہ ہم آپ کی بے ثبوت باتوں کو مان سکتے ہیں اسلئے بہتر ہے کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر لیں کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے جسکو مباہلہ کہتے ہیں۔ مباہلہ کا اثر ظاہر ہونے کیلئے آپ نے ایک سال کی میعاد رکھی۔ محمد حسین بٹالوی نے مباہلہ منظور نہیں کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ مباہلہ کے اثر کی میعاد تین دن ہوگی اسکے بعد ظاہر ہونیوالے کسی اثر کو مباہلہ کا نتیجہ نہیں مانا جائیگا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا کہ محمد حسین بجائے اسکے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پُر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے نام سے چھپوا دیا۔ آپؑ نے فرمایا اِس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور مَیں نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا جو مَیں نے کی ہے یہ ہے کہ اَے میرے ذوالجلال پروردگار اگر مَیں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں جیسا کہ محمد حسین نے بار بار اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں میرے متعلق شائع کیا ہے تو مجھ پر ذلت کی مار وارِد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر لیکن اگر اَے میرے آقا میرے مولیٰ تیری جناب میں میری کچھ عزّت ہے تو مَیں عاجزی سے دُعا کرتا ہوں کہ شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کیلئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلّت کی مار سے دُنیا میں رُسوا کر۔

اِس دُعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہام فرمایا کہ مَیں ظالم کو ذلیل اور رُسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور اِس اُردو الہام کے ساتھ جو عربی الہامات ہوئے وہ بھی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمائے جن میں سے ایک ٹکڑا الہام کا یہ بھی تھا اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اب خدا تعالیٰ نے فیصلہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ دونوں فریق میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔

دیکھیں خدا کی شان کہ انہوں نے جو یہ کہہ کر مباہلہ کو ٹال دیا تھا کہ ایک سال نہیں بلکہ تین دن کے اندر مباہلہ کا اثر ظاہر ہونا چاہئے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی فوری ذلت کا سامان کیا اور ان کی علمیت کی ایسی پردہ دری کی کہ ایک شریف انسان مارے شرم کے مرجائے۔ جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار مولوی محمد حسین بٹالوی نے پڑھا تو آپؑ کے مذکورہ بالا الہام پر اعتراض کیا کہ اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ کا فقرہ غلط ہے دراصل اَتَعْجَبُ مِنْ اَمْرِیْ ہونا چاہئے لہٰذا یہ الہام اور خدا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا :

”محمد حسین نے میرے عربی الہام پر اعتراض کر کے جو اشتہار 21 نومبر 1898 میں ہے یعنی جو فقرہ اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ ہے اپنے لئے ذلّت کا دروازہ آپ کھولا ہے گویا اپنے ہاتھوں سے فوری ذلّت کی خواہش کو پورا کیا ہے بلکہ فوری ذلّت تو 15 دسمبر 1898ء سے پوری ہونی چاہئے تھی اور انہوں نے اِس سے پہلے ہی ایک قابلِ شرم ذلّت اُٹھائی ہے جسکو فوری نہیں بلکہ پیشگی ذلّت کہنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ شیخ مذکور نے الہام موصوف کو دیکھ کر ایک موقعہ میں شیخ غلام مصطفی صاحب کے آگے جو اسی شہر کے باشندے ہیں...... یہ اعتراض کیا کہ الہام مندرجہ اشتہار میں جو یہ فقرہ ہے کہ اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ اِس میں نحوی غلطی ہے اور خدا کا کلام غلط نہیں ہوسکتا بلکہ اَتَعْجَبُ مِنْ اَمْرِیْ چاہئے۔ یہ وہ اعتراض ہے جس سے بلاتوقف شیخ کو ذلّت نصیب ہوئی کیونکہ عرب کے نامی شاعروں بلکہ جاہلیت کے جلیل الشان شعراء کے کلام سے ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ عجب کا صلہ لام بھی ہوا کرتا ہے۔ اب بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ شیخ صاحب موصوف نے یہ غلط اعتراض کر کے جو اُنکے کمال درجہ کی بے خبری اور جہالت پر دلالت کرتا ہے اہل علم کے سامنے اپنی نہایت درجہ کی پردہ دری اپنے ہاتھوں سے کرائی ہے اور ہر ایک دشمن اور دوست پر ثابت کر دیا ہے کہ وہ صرف نام کے مولوی اور علومِ عربیہ سے بے بہرہ ہیں اور ایسے شخص کیلئے جو مولوی کہلاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی ذلّت نہیں جو وہ درحقیقت مولویت کی صفات سے بے نصیب ہے۔ افسوس اس شخص کو اب تک خبر نہیں کہ اس فعل کا صلہ یعنی عجب کا کبھی مِنْ کے لفظ سے آتا ہے اور کبھی لام سے۔ ایک بچہ جس نے ہدایۃ النحو تک پڑھا ہو وہ بھی جانتا ہے کہ نحویوں نے لام کا صلہ بھی بیان کیا ہے جیسا کہ مِنْ کا بیان کیا ہے۔“

محمد حسین بٹالوی پوری زندگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں ذلتیں اُٹھاتے رہے۔ ان میں سے بعض ذلتیں ایسی تھیں کہ ایک شریف انسان مارے شرم کے مرجاتا۔ آئندہ انشاء اللہ ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......

خطبہ جمعہ

یارسول اللہ! باوجود اس کے کہ مَیں ان سب میں کم عمر ہوں مَیں آپ کا مددگار رہوں گا (حضرت علیؓ)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد اور داماد ابوتراب، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے حضرت خدیجہؓ کے قبولِ اسلام کے اگلے روز آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا حضرت علیؓ نے وہ رات گزاری اور اگلی صبح اسلام قبول کرلیا، اس وقت آپؓ کی عمر 13 برس تھی

چار مرحومین مکرم ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید مڑھ بلوچاں ننکانہ صاحب پاکستان، مکرم جمال الدین محمود صاحب آف سیرالیون، محترمہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ چودھری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیرِ قانونی ربوہ اور مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 27؍نومبر 2020ء بمطابق 27؍نبوت 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

آج خلفائے راشدین کے بارے میں حضرت علی بن ابوطالبؓ کے ذکر سے شروع کروں گا۔ حضرت علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ ان کے والد کا نام عبدمناف تھا جن کی کنیت ابوطالب تھی۔ آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپؓ بعثت نبویؐ سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیہ کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ آپؓ کا قد درمیانہ تھا۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپؓ کا جسم فربہ تھا۔ کندھے چوڑے تھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی، جلد 04، صفحہ 464، ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1995ء) (اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 04، صفحہ 87، 88، ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 03، صفحہ 218، ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت علیؓ کی والدہ نے آپؓ کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا تھا اور آپؓ کی پیدائش کے وقت ابوطالب گھر پر موجود نہ تھے۔ جب ابوطالب واپس آئے تو انہوں نے آپؓ کا نام اسد کے بجائے علی رکھ دیا۔ حضرت علیؓ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ان کے بھائی طالب، عقیل، جعفر اور بہنیں اُمّ ہانی اور جُمانہ۔ ان میں طالب اور جُمانہ کے علاوہ باقی سب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

(تاریخ الخمیس، جلد 1، صفحہ 295 تا 297، وجلد 2، صفحہ 421، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن، ابوسِبطَین اور ابوتُراب تھی۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 04، صفحہ 88، ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء) (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب نوم الرجال فی المسجد حدیث 441)

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ کو گھر میں نہ پایا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہوگئی تھی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور قیلولہ بھی میرے پاس نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے کہا دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہؐ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مسجد میں چلے گئے اور حضرت علیؓ وہاں لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پہلو سے ان کی چادر ہٹی ہوئی تھی اور کچھ مٹی پہلو پر، کمر پر لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی پونچھی اور فرمایا: اٹھو اے ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب!

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، حدیث 441)

اس وقت سے وہ ابوتراب کی کنیت سے پکارے جانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں کس طرح آئے؟ اس بارے میں بیان ہوتا ہے مجاہد بن جُبَر ابوالحَجّاج بیان کرتے ہیں کہ قریش کو ایک بڑی مصیبت پیش آنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علیؓ پر انعام اور خیر و برکت کا باعث بنا۔ حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے۔ وہاں قحط پڑا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے جو بنو ہاشم میں زیادہ خوشحال تھے فرمایا کہ اے عباس! آپ کا بھائی ابوطالب کثیر العیال ہے۔ اس قحط سے لوگوں کی جو حالت ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں تاکہ ہم ان کی عیال داری میں کچھ کمی کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک مَیں لے لیتا ہوں اور حضرت عباسؓ کو کہا کہ ایک آپ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم ان دونوں کیلئے حضرت ابوطالب کی طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ حضرت عباس نے کہا ٹھیک ہے۔ دونوں حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی عیال داری میں کچھ تخفیف کر دیں یہاں تک کہ لوگوں کی وہ حالت جاتی رہے جس میں وہ اس وقت مبتلا ہیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو اس کے علاوہ جو مرضی کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباسؓ نے جعفر کو لیا اور اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نبی مبعوث فرما دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے آپؐ کی پیروی اختیار کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور حضرت جعفرؓ حضرت عباسؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ انہوں نے یعنی حضرت جعفرؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا اور وہ یعنی حضرت عباسؓ پھر حضرت جعفرؓ سے بے نیاز ہو گئے۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 225، ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ...... مطبوعہ دار الفکر لبنان 2002ء)

یہ پہلی تو تاریخ طبری کی روایت تھی۔ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ”ابوطالب ایک بہت باعزت آدمی تھے مگر غریب تھے اور بڑی تنگی سے ان کا گزارہ چلتا تھا۔ خصوصاً ان ایام میں جب کہ مکہ میں ایک قحط کی صورت تھی۔ ان کے دن بہت ہی تکلیف میں کٹتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے دوسرے چچا عباس سے ایک دن فرمانے لگے کہ چچا! آپ کے بھائی ابوطالب کی معیشت تنگ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے جائیں اور ایک کو میں لے آؤں۔ عباس نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر دونوں مل کر ابوطالب کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ درخواست پیش کی۔ ان کو اپنی اولاد میں عقیل سے بہت محبت تھی۔“ ابوطالب کو عقیل سے بہت محبت تھی۔ ”کہنے لگے عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس اپنے گھر لے آئے اور علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت قریباً چھ سات سال کی تھی۔ اسکے بعد علیؓ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، صفحہ 111)

حضرت علیؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق سے یہ روایت ہے کہ حضرت علی بن ابوطالب حضرت خدیجہؓ کے اسلام لانے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے ایک دن بعد آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضرت علیؓ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے چن لیا ہے اور رسولوں کو اس کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پس میں تمہیں اللہ اور اس کی عبادت کی طرف اور لات اور عزیٰ کے انکار کی طرف بلاتا ہوں۔ اس پر حضرت علیؓ نے آپؐ سے کہا یہ ایسی بات ہے جس کے بارے میں آج سے پہلے مَیں نے کبھی نہیں سنا۔ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرسکتا جب تک ابوطالب سے اس کا ذکر نہ کرلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ راز کھل جائے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اے علی! اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ پس حضرت علیؓ نے وہ رات گزاری پھر اللہ نے

حضرت علیؓ کے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اگلی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمدؐ! رات کو آپ نے میرے سامنے کیا چیز پیش فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور لات اور عزیٰ کا انکار کرو اور اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے براءت کا اظہار کرو۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علیؓ ابوطالب کے خوف سے پوشیدہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے اور انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔ (اسد الغابۃ، جلد 4، صفحہ 88-89، علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حالانکہ رہتے بھی وہیں تھے کیونکہ روایتوں میں تو یہی ہے۔ بہرحال اسد الغابہ کی یہ روایت ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر تیرہ برس تھی۔ بعض دوسری روایات میں پندرہ، سولہ اور اٹھارہ سال عمر کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 3، صفحہ 200، ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002)

سیرت نگاروں نے یہ بحث بھی اٹھائی ہے کہ مردوں میں سے پہلے کون ایمان لایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ یا حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ۔ بعض اس کا یہ حل نکالتے ہیں کہ بچوں میں سے حضرت علیؓ اور بڑوں میں سے حضرت ابوبکرؓ اور غلاموں میں سے حضرت زیدؓ۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنا ایک نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ”حضرت خدیجہؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا جن کی عمر اس وقت صرف دس سال کی تھی اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور ان کا ایمان لانا، بلکہ ان کی طرف سے تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں۔“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور ان کا ایمان لانا، سے کوئی نہیں فرق پڑتا ایک ہی بات ہے۔ اس کیلئے کسی قولی اقرار کی ضرورت نہیں ”پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابوبکرؓ مسلّمہ طور پر مقدم ہیں اور سابق بالایمان تھے۔“

(سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، صفحہ 121)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے پر ایک مددگار ملا تھا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھو کہ آپ کو بن مانگے مددگار مل گیا۔“ یہاں حضرت مصلح موعودؓ حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرمانا چاہ رہے ہیں اور آپؓ کا بتا رہے ہیں کہ حضرت خدیجہ آپ کی مددگار تھیں۔ کہتے ہیں دیکھو! محمد رسول اللہ کی شان دیکھو!! کہ آپ کو بن مانگے مددگار مل گیا ”یعنی آپ کی وہ بیوی جس کے ساتھ آپ کو بے حد محبت تھی سب سے پہلے آپ پر ایمان لے آئی۔ کیونکہ ہر شخص کا مذہب اور عقیدہ آزاد ہوتا ہے اور کوئی کسی کو جبراً منوا نہیں سکتا، اس لیے ممکن تھا کہ جب آپ نے حضرت خدیجہؓ سے خدا تعالیٰ کی پہلی وحی کا ذکر کیا تو وہ آپ کا ساتھ نہ دیتیں اور کہہ دیتیں کہ میں ابھی سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھاؤں گی لیکن نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے بلا تامل، بلا توقف اور بلا پس و پیش آپ کے دعویٰ کی تائید کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فکر کہ ممکن ہے خدیجہؓ مجھ پر ایمان نہ لائے جاتا رہا اور سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ ہی ہوئیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تجھے خدیجہؓ کے ساتھ پیار تھا اور محبت تھی اور تیرے دل میں یہ خیال تھا کہ کہیں خدیجہؓ تجھے چھوڑ نہ دے اور تُو اس فکر میں تھا کہ خدیجہؓ مجھ پر ایمان لاتی ہے یا نہیں۔ مگر کیا ہم نے تیری ضرورت کو پورا کیا یا نہ کیا؟“ اسکے بعد حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”اس کے بعد جب آپ کے گھر میں خدا تعالیٰ کی وحی کے متعلق باتیں ہوئیں تو زید بن حارث غلام جو آپ کے گھر میں رہتا تھا آگے بڑھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اسکے بعد حضرت علیؓ جن کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی اور وہ ابھی بالکل بچہ ہی تھے اور وہ دروازہ کے ساتھ کھڑے ہو کر اس گفتگو کو سن رہے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کے درمیان ہو رہی تھی۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ خدا کا پیغام آیا ہے تو وہ علیؓ جو ایک ہونہار اور ہوشیار بچہ تھا۔ وہ علیؓ جس کے اندر نیکی تھی۔ وہ علیؓ جس کے نیکی کے جذبات جوش مارتے رہتے تھے مگر نشوونما نہ پا سکے تھے۔ وہ علیؓ جس کے احساسات بہت بلند تھے مگر ابھی تک سینے کے اندر دبے ہوئے تھے اور وہ علیؓ جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا مادہ ودیعت کیا تھا مگر ابھی تک اسے کوئی موقع نہ مل سکا تھا اس نے جب دیکھا کہ اب میرے جذبات کے ابھرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب میرے احساسات کے نشوونما کا موقع آ گیا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب خدا مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے تو وہ بچہ سا علیؓ اپنے درد سے معمور سینے کے ساتھ لجاتا اور شرماتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! جس بات پر میری چچی ایمان لائی ہے اور جس بات پر زید ایمان لایا ہے اس پر میں بھی ایمان لاتا ہوں۔“

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام اہم واقعات……، انوار العلوم، جلد 19، صفحہ 127-128)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں کی طرف چلے جاتے اور حضرت علیؓ بھی آپ کے چچا ابوطالب اور دیگر چچاؤں اور تمام قوم سے چھپ کر آپ کے ساتھ ہو لیتے اور دونوں وہاں نماز ادا کرتے۔ شام کو واپس تشریف لے آتے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ پھر ایک دن ابوطالب نے ان دونوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے! یہ کون سا دین ہے جس کی پیروی کرتے ہوئے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے اور اس کے رسولوں کا دین ہے اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم کا دین ہے۔ یا اس سے ملتا جلتا کچھ فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ مجھے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور اے چچا! تُو اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہے کہ مَیں تجھے اس کی نصیحت کروں اور تجھے اس ہدایت کی طرف بلاؤں اور تُو اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ مجھے قبول کرے اور میری مدد کرے یا اس طرح کی بات فرمائی۔ اس پر ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! میں اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین اور جس پر وہ تھے اس کو چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اللہ کی قسم! مَیں جب تک زندہ ہوں تمہیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچے گی جسے تُو ناپسند کرتا ہو۔

(تاریخ الطبری، جزء 2، صفحہ 225، باب ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند ابتداء…… دار الفکر 2002ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس واقعے کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس طرف سے ابوطالب کا گذر ہوا۔ ابوطالب کو ابھی تک اسلام کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لیے وہ کھڑا ہو کر نہایت حیرت سے یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ جب آپؐ نماز ختم کر چکے تو اس نے پوچھا بھتیجے! یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا! یہ دینِ الٰہی اور دینِ ابراہیم ہے اور آپؐ نے ابوطالب کو مختصر طور پر اسلام کی دعوت دی لیکن ابوطالب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا مگر ساتھ ہی اپنے بیٹے حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ہاں بیٹا تم بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، صفحہ 127)

اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو ڈرانے کا ذکر ایک جگہ یوں ملتا ہے۔

حضرت بَراء بن عازِبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء: 215) اور تُو اپنے اہل خاندان یعنی اقربا کو ڈرا۔ آپؐ نے فرمایا اے علی! ہمارے لیے ایک صاع کھانے کے ساتھ بکری کی ران تیار کرو اور ایک روایت میں صاع کے بجائے مُدّ کا لفظ ملتا ہے۔ ایک صاع چار مُدّ کا تھا یعنی کچھ کم اڑھائی سیر وزن میں یا اڑھائی کلو کہہ سکتے ہیں اور یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اہل کوفہ اور عراق کا صاع آٹھ مُدّ کا ہوتا تھا یعنی چار سیر کا یا ساڑھے چار سیر کا لیکن بہرحال بہت تھوڑی مقدار۔ جتنا بھی ہو اڑھائی سیر ہو یا چار سیر ہو خاندان کے افراد کو بلانا تھا، دعوت کرنی تھی اس کیلئے کھانا تیار کرنا تھا۔ اور ہمارے لیے ایک بڑا پیالہ دودھ کا تیار کرو۔ پھر بنو عبدالمطلب کو جمع کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مَیں نے ایسا ہی کیا وہ سب جمع ہوئے۔ کوئی چالیس افراد تھے۔ ایک زیادہ یا ایک کم تھا۔ ان میں آپؐ کے چچا ابوطالب اور حمزہ اور عباس اور ابولہب بھی تھے۔ میں نے ان کے سامنے کھانے کا وہ بڑا برتن پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اپنے دانتوں سے اسے کاٹا۔ پھر اس پیالے کے اطراف میں اسے برکت دینے کی خاطر بکھیر دیا اور فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ کھاؤ۔ لوگوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان سب کیلئے جو پیش کیا تھا وہ صرف ایک آدمی کھا سکتا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا لوگوں کو پلاؤ۔ چنانچہ میں دودھ کا وہ پیالہ لایا۔ انہوں نے پیا یہاں تک کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! ان میں سے صرف ایک شخص سارا پی سکتا تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ حاضرین سے بات کریں تو ابولہب نے جلدی سے بولنا شروع کر دیا اور کہا دیکھو! تمہارے ساتھی نے تم پر کیسا جادو کیا ہے! پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات نہ کر سکے۔ اگلے روز آپؐ نے فرمایا۔ اے علی! جو کھانا اور مشروب تم نے کل تیار کیا تھا ویسا ہی تیار کرو۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے ان لوگوں کو جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا جیسا کہ کل کیا تھا یعنی کھانے کو برکت بخشی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کھایا اور پیا یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! مَیں عرب کے کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کیلئے اس سے بہتر بات لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کا معاملہ لے کر آیا ہوں۔ پھر فرمایا اس پر کون میری مدد کرے گا؟ حضرت علیؓ کہتے ہیں اس پر سب لوگ خاموش رہے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! باوجود اس کے کہ میں ان سب میں کم عمر ہوں میں آپ کا مددگار رہوں گا۔ (سبل

ارشاد باری تعالیٰ

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورۃ البقرہ: 116)

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔ یقیناً اللہ بہت وسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

الہدیٰ والرشاد، جلد 2 ،صفحہ 324،فی امر اللہ سبحانہ وتعالیٰ...... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)(لغات الحدیث،جلد2،صفحہ648زیر لفظ’’صاع‘‘)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو اور اس میں بنو عبدالمطلب کو بلاؤ تا کہ اس ذریعہ سے ان تک پیغامِ حق پہنچایا جاوے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے دعوت کا انتظام کیا اور آپؐ نے اپنے سب قریبی رشتہ داروں کو جو اس وقت کم وبیش چالیس نفوس تھے اس دعوت میں بلایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کچھ تقریر شروع کرنی چاہی مگر بد بخت ابولہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ موقع تو جاتا رہا۔ اب پھر دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ آپؐ کے رشتہ دار پھر جمع ہوئے اور آپؐ نے انہیں یوں مخاطب کیا کہ اے بنو عبدالمطلب! دیکھو میں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو تو تم دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے وارث بنو گے۔ اب بتاؤ اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا؟ سب خاموش تھے اور ہر طرف مجلس میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت ایک طرف سے ایک تیرہ سال کا دبلا پتلا بچہ، جس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا اٹھا اور یوں گویا ہوا۔ گو میں سب میں کمزور ہوں اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔ یہ حضرت علیؓ کی آواز تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سنے تو اپنے رشتہ داروں کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر تم جانو تو اس بچے کی بات سنو اور اسے مانو۔ حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور ابولہب اپنے بڑے بھائی ابوطالب سے کہنے لگا۔ لو اب محمد تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی اختیار کرو۔ اور پھر یہ لوگ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری پر ہنسی اڑاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔‘‘ (سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ،صفحہ 128-129)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں کہ’’حضرت علیؓ کا واقعہ ہے وہ بھی گیارہ سال کے تھے۔‘‘ بچوں کو بھی اس کو غور سے سننا چاہئے’’جب وہ دین کی تائید کیلئے کھڑے ہوئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوئی تو آپ نے ایک دعوت کی جس میں مکہ کے تمام بڑے بڑے امراء کو بلایا اور انہیں کھانا کھلایا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کچھ اپنے دعویٰ کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر سارے اٹھ کر بھاگ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائی! آپ نے یہ کیا کیا؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑے دنیادار لوگ ہیں ان کو پہلے سنانا تھا اور پھر کھانا کھلانا تھا۔ یہ بے ایمان تو کھانا کھا کر بھاگ گئے کیونکہ یہ کھانے کے بھوکے ہیں۔ اگر آپ پہلے باتیں سناتے تو چاہے دو گھنٹہ سناتے وہ ضرور بیٹھے رہتے۔ پھر ان کو کھانا کھلاتے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس طرح کیا۔ پھر دوبارہ ان کو بلایا اور ان کی دعوت کی لیکن پہلے کچھ باتیں سنالیں اور پھر کھانا کھلایا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں خدا کی باتیں سنائی ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ہے جو میری مدد کرے اور اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے؟ مکہ کے سارے بڑے بڑے آدمی بیٹھے رہے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے میرے چچا کے بیٹے! میں ہوں۔ آپ کی مدد کروں گا۔ آپ نے سمجھا کہ یہ تو بچہ ہے۔ چنانچہ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جو میری مدد کرے؟ پھر سارے بڈھے بیٹھے رہے اور وہ گیارہ سال کا بچہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے! میں جو ہوں میں تیری مدد کروں گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ خدا کے نزدیک جوان یہی گیارہ سالہ بچہ ہے باقی بڈھے سب بچے ہیں۔‘‘ ان میں کوئی طاقت نہیں ہے یہی بچہ ہے جو عقل مند ہے’’چنانچہ آپ نے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر وہی علیؓ آخر تک آپؐ کے ساتھ رہے اور پھر آپؐ کے بعد خلیفہ بھی ہوئے اور انہوں نے دین کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح آپ کی نسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا اور بارہ نسلوں تک برابر ان میں بارہ امام پیدا ہوئے۔‘‘

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1955ء، انوار العلوم، جلد25،صفحہ 187-188)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’حضرت علیؓ جب ایمان لائے تو ابھی بچے ہی تھے اور وہ بھی یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ مجھے اسلام کیلئے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔‘‘ بچے تھے لیکن یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ قربانی مجھے دینی پڑے گی’’یہاں تک کہ اگر جان قربان کرنے کا وقت آیا تو مجھے اپنی جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کرنی پڑے گی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے ابتدائی ایام میں ایک دعوت کی جس میں بنو عبدالمطلب کو بلایا تا کہ ان تک پیغام حق پہنچایا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے بہت سے رشتہ دار اس دعوت میں شریک ہوئے۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہی مگر ابولہب نے ان سب لوگوں کو منتشر کر دیا اور وہ آپؐ کی بات سنے بغیر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ آپؐ بہت حیران ہوئے کہ یہ اچھے لوگ ہیں جو دعوت کھا کر بھی بات نہیں سنتے مگر آپؐ مایوس نہیں ہوئے بلکہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دوبارہ ان کی دعوت کی جائے۔ چنانچہ دوبارہ ان سب کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب وہ سیر ہو کر کھا چکے تو آپؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا یہ تم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنا نبی تمہارے اندر بھیجا ہے۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو گے تو تم دینی اور دنیوی نعماء کے وارث قرار پاؤ گے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کام میں میرا مددگار بنے؟ یہ سن کر ساری مجلس پر سناٹے کی سی حالت طاری ہو گئی۔ مگر یکلخت ایک کونے سے ایک نوعمر بچہ اٹھا اور اس نے کہا کہ گو مَیں ایک کمزور ترین فرد ہوں اور عمر میں سب سے چھوٹا ہوں مگر مَیں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ بچے حضرت علیؓ تھے جنہوں نے اس وقت اسلام کی تائید کا اعلان کیا۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 24-25)

حضرت علیؓ کی قربانی کا واقعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت حضرت علیؓ نے دی۔ اس کا بھی ذکر اس طرح ملتا ہے کہ اہل مکہ نے باہم مشورہ کر کے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملہ آور ہو کر آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو وحی الٰہی سے آپ کو دشمنوں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت مرحمت فرمائی تو آپؐ نے ہجرت کی تیاری کی اور حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی سرخ حَضْرَمِی چادر اوڑھ کر رات گزاری جس میں آپؐ سویا کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 01، صفحہ 176، ذکر خروج رسول اللہ ﷺ ...... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

مشرکین کا وہ گروہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا وہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا اور حضرت علیؓ بستر سے اٹھے۔ جب وہ حضرت علیؓ کے قریب ہوئے تو ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور پوچھا تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگران تھا؟ تم نے انہیں مکے سے نکل جانے کا کہا اور وہ چلے گئے۔ مشرکوں نے آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور زدوکوب کیا۔ پکڑ کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور کچھ دیر محبوس رکھا۔ پھر آپ کو چھوڑ دیا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 256، ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ ...... دارالفکر بیروت 2002ء)

پھر ایک اَور سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت علیؓ تین دن کے بعد اہل مکہ کی امانتیں لوٹا کر ہجرت کر کے نبی کریمؐ کے پاس پہنچے اور آپ کے ساتھ قبا میں کُلثُوم بن ہِدْم کے ہاں قیام پذیر تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، صفحہ 348، باب ھجرۃ الرسول ﷺ، دارالکتب العلمیۃ 2001ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا جو ہجرت کے دوران ہوا اس کا ذکر یوں آیا ہے کہ’’رات کا تاریک وقت تھا اور ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خونی ارادے کے ساتھ آپؐ کے مکان کے اردگرد جمع ہو کر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر چکے تھے اور انتظار تھا کہ صبح ہو یا آپؐ اپنے گھر سے نکلیں تو آپؐ پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض کفار کی امانتیں پڑی تھیں کیونکہ باوجود شدید مخالفت کے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے صِدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کا حساب کتاب سمجھا دیا اور تاکید کی کہ بغیر امانتیں واپس کیے مکہ سے نہ نکلنا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور تسلی دی کہ انہیں خدا کے فضل سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وہ لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر جو سرخ رنگ کی تھی ان کے اوپر اوڑھا دی۔ اس کے بعد آپؐ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے۔ اس وقت محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اول شب میں ہی گھر سے نِکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مخالفین کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے’’ان کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مگر جلد جلد مکہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں آبادی سے باہر نکل گئے اور غارِ ثور کی راہ لی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پہلے ہی تمام بات طے ہو چکی تھی۔ وہ بھی راستہ میں مل گئے۔ غارِ ثور جو اسی واقعہ کی وجہ سے اسلام میں ایک مقدس یادگار سمجھی جاتی ہے مکہ سے جانب جنوب یعنی مدینہ سے مختلف جانب تین میل کے فاصلہ پر ایک بنجر اور ویران پہاڑی کے اوپر خاصی بلندی پر واقع ہے اور اس کا راستہ بھی بہت دشوار

ارشاد نبوی ﷺ

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اسے (دوسروں) تک ایسے ہی پہنچایا جیسے سنا تھا کیونکہ بہت سے لوگ جنہیں علم پہنچایا جائے (براہِ راست) سننے والے سے زیادہ اس کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ (ترمذی، ابواب العلم)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی ﷺ

وہ شخص جس کے دل میں قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(ترمذی، ابواب فضائل القرآن)

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

گذار ہے۔’’مدینے کی طرف نہیں ہے بلکہ مخالف سمت میں ہے۔‘‘ وہاں پہنچ کر پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اندر گھس کر جگہ صاف کی اور پھر آپؐ بھی اندر تشریف لے گئے۔ دوسری طرف وہ قریش جو آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے وہ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے تو حضرت علیؓ کو آپؐ کی جگہ پر لیٹا دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے لیکن صبح ہوئی تو انہیں علم ہوا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگے، مکہ کی گلیوں میں صحابہ کے مکانات پر تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس غصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور کچھ مارا پیٹا۔‘‘ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، صفحہ 236-237)

حضرت علیؓ کی اس قربانی کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے یوں فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے نکلتے وقت حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا تھا۔ (چارپائی کا رواج ان دنوں نہیں تھا بلکہ اب تک بھی مکہ میں چارپائی کا عام رواج نہیں۔ بعض روایات میں غلطی سے یوں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی چارپائی پر لٹا دیا)‘‘ بستر بنایا جاتا تھا باقاعدہ چارپائی نہیں ہوتی تھی ’’جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے بعض نے آپ کو دیکھا بھی مگر انہوں نے خیال کر لیا کہ یہ کوئی اَور شخص ہے جو شاید آپ سے ملنے کیلئے آیا ہوگا اور اب واپس جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت دلیری کے ساتھ باہر نکلے تھے اور آپ کی طبیعت پر ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ اتنی دلیری سے آپ اس وقت باہر نکلنے کی جرأت کہاں کر سکتے ہیں۔ یہ ضرور کوئی اور آدمی ہے جو آپ سے ملنے کیلئے آیا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازہ کی دراڑ‘‘ دروازے کی درز ’’میں سے اندر جھانکا یہ اطمینان کرنے کیلئے کہ کہیں آپ باہر تو نہیں نکل گئے تو انہوں نے ایک آدمی کو سویا ہوا دیکھا اور خیال کیا کہ یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ غرض ساری رات وہ آپؐ کے مکان کا پہرہ دیتے رہے پھر جب مناسب وقت سمجھا تو اندر داخل ہوئے اور شاید انہیں جسم سے شک پڑ گیا کہ یہ جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ انہوں نے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا یا شاید منہ ننگا تھا بہرحال انہیں معلوم ہوا کہ سونے والے شخص حضرت علیؓ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ جا چکے ہیں اور ان کیلئے اب سوائے ناکامی کے کچھ باقی نہیں رہا۔‘‘ (تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 510)

ایک اَور جگہ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو یہ عظیم الشان قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کیلئے رات کے وقت اپنے گھر سے نکلنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ تا کہ کفار اگر جھانک کر دیکھیں تو انہیں یہ دکھائی دیتا رہے کہ کوئی شخص بستر پر سو رہا ہے اور وہ تعاقب کیلئے اِدھر اُدھر نہ نکلیں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہؐ! مکان کے اردگرد تو قریش کے چنیدہ نوجوان ہاتھ میں تلوار لیے کھڑے ہیں۔ اگر صبح کو انہیں معلوم ہوا کہ آپؐ کہیں باہر تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر دیں گے بلکہ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یعنی حضرت علیؓ بڑے اطمینان کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی۔ جب صبح ہوئی اور قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علیؓ آپ کے بستر سے اٹھے ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر دانت پیس کر رہ گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑ کر مارا پیٹا مگر اس سے کیا بن سکتا تھا۔ خدائی نوشتے پورے ہو چکے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ مکہ سے باہر جا چکے تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے اس ایمان کے بدلے میں کیا ملنے والا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس قربانی کے بدلے میں صرف حضرت علیؓ ہی عزت نہیں پائیں گے بلکہ حضرت علیؓ کی اولاد بھی عزت پائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ پر پہلا فضل تو یہ کیا کہ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بخشا۔ دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کیلئے اتنی محبت پیدا کی کہ آپؐ نے بارہا ان کی تعریف فرمائی۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 25)

بہرحال یہ ایک ہی واقعہ کے مختلف ذریعوں سے حوالے میں نے پیش کیے ہیں جو اصل واقعہ کے لحاظ سے تو ایک ہی چیز ہوتی ہے لیکن مختلف رنگوں میں جب مَیں بیان کرتا ہوں تو اس لیے کہ اس کی تفصیل اور تشریح جو ہے اس میں اس صحابی کی بعض نئی باتیں پتہ لگ جاتی ہیں یا نئے انداز میں پیش کی جاتی ہیں جس سے کئی پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔ اور یہاں حضرت علیؓ کے معاملے میں حضرت علیؓ کی شخصیت کے مختلف پہلو بھی سامنے آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی سے جو تعلق تھا اس کا بھی پتہ لگ جاتا ہے تو اس طرح بعض دفعہ لگتا یہی ہے کہ ایک ہی حوالہ مختلف جگہ پیش کیا جا رہا ہے لیکن ہر حوالے کا انداز مختلف ہوتا ہے اس لیے پیش کرتا ہوں اور یہاں حضرت علیؓ کے حوالے سے بھی یہی باتیں ہمیں پتہ چلی ہیں۔ بہرحال حضرت علیؓ کا ذکر چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کروں گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ جن میں سے سب سے پہلے مڑھ بلوچاں ضلع ننکانہ کے ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید ابن طارق محمود صاحب ہیں۔ ان کو مخالفین احمدیت نے 20 نومبر 2020ء کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد گذشتہ جمعہ فائرنگ کر کے شہید کیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

تفصیلات کے مطابق شہید مرحوم اپنے والد طارق محمود صاحب اور دیگر فیملی ممبران کے ہمراہ 20/نومبر کو نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے اپنے تایا مکرم محمد حفیظ صاحب کے گھر جمع ہوئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تقریباً اڑھائی بجے اپنے گھر جانے کیلئے باہر نکلے تو گلی میں موجود مہد نامی ایک سولہ سالہ نوجوان جو پستول سے مسلح تھا اس نے فائرنگ کی اور فائرنگ کے نتیجے میں ڈاکٹر طاہر محمود صاحب موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ شہید مرحوم کی عمر 31 سال تھی۔ اس حملہ میں شہید مرحوم کے والد طارق محمود صاحب عمر 55 سال جو سیکرٹری مال اور سابق صدر ہیں سر میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے اور اب بھی ہسپتال میں زیر علاج ہیں جبکہ شہید مرحوم کے تایا مکرم سعید احمد مقصود صاحب عمر 60 سال جو صدر جماعت ہیں اور مکرم طیب محمود صاحب زعیم خدام الاحمدیہ عمر 26 سال فائرنگ کے نتیجے میں زخمی ہوئے اور کچھ دیر ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وہ تو خیر ٹھیک ہو گئے ہیں لیکن شہید کے والد صاحب جو ہیں وہ زیادہ زخمی ہیں۔ حملہ آور دو میگزین فائر کر کے تیسرے میگزین کو لوڈ کر رہا تھا کہ پکڑا گیا لیکن بہرحال دشمنی کا ایک نیا رنگ اب وہاں اس لحاظ سے ان لوگوں نے شروع کیا ہے کہ چھوٹی عمر کے لڑکوں کو انگیخت کرتے ہیں اور ان سے حملے کرواتے ہیں تا کہ بعد میں عدالتوں میں کہہ سکیں کہ یہ تو بالغ نہیں ہے اور اس کو سزا میں کمی ہو جائے اور یا ویسے سزا معاف ہو جائے تو مختلف طریقے اب انہوں نے آزمائے ہیں۔ اوپر سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی شکوہ نہیں اور ہم بالکل کوئی سختی نہیں کر رہے۔ احمدیوں پر کوئی ناجائز ظلم نہیں کر رہے اور دوسری طرف شہادتیں بھی ہو رہی ہیں اور حکومت کے بعض افسران زبردستی مقدمات بھی قائم کر رہے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کرے کہ ان لوگوں کو عقل آئے اور اگر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ خود ان کی پکڑ کرے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب کے ذریعہ ہوا تھا جنہوں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ تیرہ سال کی عمر میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ مرحوم شہید جو تھے اسلامیہ کالج لاہور سے انہوں نے ایف ایس سی کیا۔ اسکے بعد 2013ء میں ماسکو روس سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی اور آج کل پی ایم سی کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ فضل عمر ہسپتال میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔ شہید مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ جماعتی عہدیداران اور مرکزی مہمانان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب بھی ان کو جماعت کی طرف سے کسی کام کیلئے کہا جاتا تو فوری طور پر حاضر ہو جاتے۔ بحیثیت قائد خدام الاحمدیہ خدمت کی توفیق پائی۔ متعدد مرتبہ مریضوں کو خود اپنی گاڑی میں ہسپتالوں میں پہنچایا۔ ہمیشہ خدمت میں پیش پیش رہتے تھے اور غیر از جماعت کے ساتھ بھی ان کا یہی تعلق تھا۔ کئی شریف النفس غیر از جماعت احباب تشریف لا کر اس سانحہ پر افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ اس خاندان کو عرصہ دراز سے شدید مخالفانہ حالات کا سامنا تھا۔ 1974ء میں بھی مخالفین نے شہید مرحوم کے دادا جان کی دکان کو جلا دیا تھا۔ ان کے والد طارق محمود صاحب کو 2006ء میں مخالفین نے ظالمانہ طریق سے تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ چند دن پہلے ایک معاند احمدیت نے شہید مرحوم کے والد صاحب پر بازار سے گزرتے ہوئے تھوک پھینک دیا تھا، تھوکا۔ اس قسم کی حرکتیں تو یہ لوگ ان کے ساتھ مستقل کر رہے تھے لیکن بہرحال یہ وہاں ڈٹے ہوئے تھے۔

صداقت احمد صاحب مبلغ سینٹ پیٹرس برگ رشیا لکھتے ہیں کہ تعلیمی زندگی کا ایک بڑا حصہ انہوں نے قازان تاتارستان (رشیا) میں گزارا اور کامیاب ڈاکٹر بن کر پاکستان گئے۔ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر طاہر محمود صاحب نے دوران تعلیم جماعت کے ساتھ نہایت اخلاص کا تعلق قائم رکھا۔ نماز جمعہ اور چندوں کی ادائیگی میں بھی ہمیشہ باقاعدہ رہے اور دیگر جماعتی پروگرام میں باوجود اسکے کہ ان کا ہوسٹل مشن ہاؤس سے کافی فاصلے پر تھا باقاعدہ شامل ہوتے اور شوق سے حصہ لیتے اور کہتے ہیں ان کا شمار اپنے گروپ کے میڈیکل کے طلبہ میں ذہین ترین طلبہ میں ہوتا تھا۔ تدریسی زبان اگرچہ انگریزی تھی لیکن ذاتی محنت اور شوق سے رشین زبان میں بھی کافی رواں ہو گئے تھے۔ قازان میں جس ہوسٹل میں رہتے تھے وہاں سب کو بتایا ہوا تھا کہ وہ احمدی ہیں اور اس وجہ سے مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہاں پاکستانی طلبہ بھی تھے جو جماعت کی شدید مخالفت کرتے تھے لیکن ان کو جب بھی موقع ملتا تبلیغ کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں اب مَیں پاکستان آیا ہوا تھا، یہاں بھی مجھے ملے اور انہوں نے بتایا کہ مڑھ بلوچاں میں ان کی مخالفت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ربوہ منتقل ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہاں ربوہ میں گھر بھی بنایا ہوا ہے۔

فرید ابراگیموف قازان تاتارستان کے رشین احمدی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے رشین زبان بہت جلد سیکھ لی۔ بہت خوش مزاج اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی مسکراہٹ سے نور چھلکتا تھا۔

مرحوم کے پسماندگان میں والد مکرم طارق محمود صاحب کے علاوہ والدہ محترمہ شمیم اختر صاحبہ اور بھائی قاسم

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے
خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا
(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 82 تا 85)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

واعظ اس قسم کے ہونے چاہئیں جو پہلے اپنی اصلاح کریں اور اپنے چلن میں
ایک پاک تبدیلی کر کے دکھائیں تا کہ ان کے نیک نمونوں کا اثر دوسروں پر پڑے
عملی حالت کا عمدہ ہونا یہ سب سے بہترین وعظ ہے۔ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 369)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

محمود صاحب جرمنی میں ہیں اور ہمشیرہ فائزہ محمود صاحبہ اہلیہ نصیر احمد صاحب جرمنی میں ہیں۔ یہ لوگ ان کے پسماندگان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ زخمیوں کو صحت عطا فرمائے اور شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ان سب زخمیوں کو ہر قسم کی پیچیدگیوں سے بچائے۔ ان کے باقی سب عزیزوں اور رشتے داروں کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے۔

اگلا جنازہ مکرم جمال الدین محمود صاحب کا ہے جو سیرالیون میں نیشنل جنرل سیکرٹری تھے۔ 3 نومبر کو اچانک دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم گزشتہ سولہ سال سے بطور جنرل سیکرٹری خدمات بجا لا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ سعید الرحمٰن صاحب مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ ان کی باقی کئی خوبیوں کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ ساری دنیا کے احمدیوں کو قوم پرستی سے بچا کر ایک خاندان بنانے کے عملی مصداق تھے۔ بہت حکمت اور اخلاص سے کام کرتے تھے۔ قریباً دو ہزار افراد نے آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی۔ اس موقعے پر دو وزرائے حکومت، چیف آف آرمی سٹاف سیرالیون، متعدد ممبرانِ پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ چیفس سمیت بیسیوں اعلیٰ افسرانِ حکومت موجود تھے۔

مبارک طاہر صاحب سیکرٹری نصرت جہاں لکھتے ہیں کہ مرحوم بہت مخلص فدائی اور دل و جان سے جماعت کی خدمت کرنے والے تھے۔ ایک عرصے سے بطور جنرل سیکرٹری خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ نیز احمدیہ پرنٹنگ پریس سیرالیون کے نائب مینیجر بھی تھے۔ مرحوم کا تعلق گھانا سے تھا۔ ان کے والد مکرم ابراہیم کو جو محمود صاحب کو حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب نے تعلیم کے میدان میں خدمت کیلئے سیرالیون بھجوایا تھا۔ مبارک طاہر صاحب یہ لکھتے ہیں کہ تیرہ سال تک جمال صاحب میرے پاس روکوپور میں رہے۔ ان کے والد نے ان کو تعلیم کیلئے ان کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔ موصوف آغاز سے ہی دیندار تھے۔ نماز باجماعت اور دیگر جماعتی خدمات میں پیش پیش رہتے تھے۔ روکوپور کے خدام کے ساتھ مل کر تبلیغ اور اشاعت دین کا کام کرتے رہے۔

عثمان طالع صاحب انچارج رقیم پریس سیرالیون کہتے ہیں کہ جمال الدین محمود صاحب خاکسار سے پہلے وہاں انچارج تھے، لمبے عرصے سے خدمت کر رہے تھے۔ خاکسار نے ان کے ساتھ بارہ سال کا وقت گزارا ہے۔ اس دوران کبھی بھی انہوں نے یہ اظہار نہیں کیا کہ خاکسار ان سے چھوٹا ہے اور ناتجربہ کار ہے بلکہ ہمیشہ احترام سے پیش آتے اور کہتے کہ آپ مبلغ ہیں اور آپ کا تقرر خلیفۃ المسیح نے کیا ہے۔ اور کبھی بھی کسی معاملے میں ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے خاکسار کی اطاعت نہ کی ہو۔ اطاعت اور عاجزی اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ کبھی ان کو کوئی کام کہہ دیا جاتا تو فوراً اس کو شروع کر دیتے اور ہر ممکنہ طریق پر کوشش کر کے اسے مکمل کرتے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار نے اس عرصہ میں ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ روزانہ بلا ناغہ نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کی بہت پابندی کرتے تھے۔ نماز بھی ایسی ہوتی کہ اس کی خوبصورتی قابل رشک تھی۔ ہمیشہ نہایت خشوع و خضوع اور تسلی سے نماز ادا کرتے تھے۔ خلافت سے بہت عشق تھا اور ہر خطبہ جمعہ نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ کر سنتے تھے۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ سیرالیون کے کلچر کے مطابق جمال صاحب نے کئی بچوں کو اپنے گھر میں رکھا۔ اپنے خرچ پر تعلیم دلوائی اور ان میں سے کئی اس وقت اچھی ملازمت کر رہے ہیں اور نہایت ادب اور پیار سے ان کو یاد کرتے ہیں۔

نوید قمر صاحب مربی لکھتے ہیں کہ جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اپنے والدین اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے نام سے تحریک جدید اور وقف جدید کی مدات میں اضافی قربانی کرتے۔ جب کبھی اپنے آبائی گاؤں روکوپور آتے تو باوجود مصروفیت کے بروقت مسجد پہنچتے۔ عموماً مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں لوگوں کو جماعتی تعلیمات کا بتاتے اور خصوصاً خلافت احمدیہ کی اہمیت اور برکات اور اس سے وابستگی کا مضمون بڑے احسن انداز میں سمجھاتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ تمام لوگوں سے ان کا پیار و محبت کا تعلق تھا۔ ان کی وفات کی خبر پہ کیا احمدی اور کیا غیر احمدی ہر آنکھ اشکبار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے جنازے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہوئی اور گردونواح کے علاوہ طویل سفر کر کے بھی لوگ شامل ہوئے۔

مرحوم کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے علیحدگی ہو گئی لیکن اولاد انہی سے تھی جس سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی کی تو شادی ہو گئی ہے۔ آسٹریلیا میں ہیں۔ باقی دو بچے گھانا میں اور ایک سیرالیون میں پڑھ رہے ہیں۔ دوسری بیوی سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیر قانونی ربوہ کا ہے جو 19 اکتوبر کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

ان کے میاں چودھری صلاح الدین صاحب جو تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری عبداللہ خان صاحبؓ اور حضرت حمنہ بی بی صاحبہؓ کے پوتے تھے۔ ان کے دادا اور دادی دونوں صحابی تھے۔ صحابہ میں سے تھے۔ ان کے بیٹے نعیم الدین صاحب اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں نے میری زندگی پر انمٹ نقوش چھوڑے ان میں سے ایک والدہ صاحبہ کا ہماری نمازوں کا دھیان رکھنا تھا۔ یہ ان کا سب سے قوی طرز عمل تھا۔ اور بڑی سختی سے پابندی کرواتی تھیں۔ یہ طرز عمل بڑا مضبوط تھا۔ ہمارا گھر عملاً ہوسٹل کا رنگ رکھتا تھا۔ کثرت سے ہمارے عزیز تعلیم کی غرض سے ہمارے گھر مقیم ہوا کرتے تھے اور ان کا قیام کئی کئی سال تک محیط رہا۔ والدہ مرحومہ ہر فرد سے متعلق اس امر کی خاص توجہ رکھتیں کہ تمام عزیزان نماز کی ہر صورت میں پابندی کریں۔ تمام بچوں کو خود قرآن پڑھاتیں۔ بڑے بچوں کیلئے استاد کا تقرر بھی کرتی رہیں۔ دوسرا وصف جس نے میری ذات پر گہرا نقش چھوڑا وہ آپ کا گھر میں مقیم افراد کیلئے ہر ممکن آرام اور سکھ کا سامان بہم پہنچانے کیلئے کوشاں رہنا تھا۔ اگر کسی روز ملازمہ چھٹی کر لیتی تو آپ سب بچوں کے، اپنے بچوں کے بھی دوسروں کے بھی، کپڑے دھونے میں کبھی کوئی عار محسوس نہ کرتیں۔ ہمارے ننھیال اور ددھیال کے افراد کا کثرت سے ربوہ آنا جانا لگا رہتا۔ والد صاحب مرحوم اکثر جماعتی ذمہ داریوں کے سبب ربوہ میں موجود نہ ہوتے۔ والدہ صاحبہ سب مہمانوں کی خاطر تواضع کرتیں۔ کوئی دقیقہ نہ چھوڑتیں اور مَیں بڑا بیٹا تھا اس لیے میری نگرانی کرتیں کہ مہمانوں کی صحیح طرح مہمان داری کروں اور کوئی کوتاہی نہ ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ ہماری پڑدادی، دادی اور نانی اکثر و بیشتر لمبا عرصہ ہمارے ہاں مقیم ہوا کرتی تھیں اور ہم خدا کے فضل سے چھ بہن بھائی تھے اور کثیر تعداد میں خاندان کے بچے بھی ہمارے ہاں تعلیم کی غرض سے مقیم ہوا کرتے تھے مگر ان تمام حالات کے باوجود آپ ان ہر سہ بزرگوں کی خدمت سالہا سال تک نہایت احسن رنگ میں بجالاتی رہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعے پر بلا مبالغہ اسّی نوّے مہمان ہو جاتے تھے۔ ان کے قیام و طعام کیلئے گھر پر ٹینٹ لگا کرتے تھے۔ بستروں کے لیے گاؤں سے انتظام ہوا کرتا تھا۔ سب انتظامات والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں مل کر نہایت محبت اور خوش دلی سے کھلے دل سے کیا کرتے تھے اور ہر عزیز نے بلا استثنا آپ کی محبت اور مہمان نوازی کا اظہار کیا ہے۔

ان کے ایک بھانجے نے لکھا کہ میں ان کے گھر میں ان کے گھر میں تعلیم حاصل کرتا رہا اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ صبح کی روٹی ہمیں شام کو دی ہو یا شام کی صبح کھلائی ہو بلکہ ناشتہ کے وقت تازہ پراٹھے اور تازہ دہی ہمیشہ دیا کرتی تھیں۔ غیروں کے بچوں کا، مطلب اپنے رشتے دار بچے جو تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کا بھی اتنا خیال رکھتی تھیں حالانکہ اپنی اولاد بھی کافی تھی۔ خلفائے سلسلہ سے محبت اور اطاعت کا مثالی تعلق تھا اور پھر کہتے ہیں ان محترم و معظم ہستیوں نے ہماری رگ رگ میں بھی ایسے ہی جذبات، احساساتِ محبت داخل کیے۔

ان کی بہو نبیلہ نعیم صاحبہ ہیں کہتی ہیں مرحومہ بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی۔ نماز تہجد ادا کرنے والی۔ بڑی صابرہ اور شاکرہ وجود تھیں۔ مشکل وقت میں بھی کبھی کوئی شکوہ نہیں کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر ہمیشہ خوش رہنے والی تھیں۔ غریب پرور تھیں۔ کسی کو دکھ تکلیف میں نہ دیکھ سکتی تھیں۔ ہمیشہ ان کی مدد کے لیے تیار رہتی تھیں۔ مرحومہ خلافت کی اطاعت میں اور وفا میں پیش پیش رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اور ان کی نسل کو بھی ان خوبیوں کا حامل بنائے۔ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ ہے مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کا جو 6 نومبر کو 97 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی بلکہ صحابہ کی اولاد تھیں۔ حضرت منشی فیاض علی کپورتھلوی صاحب کی نواسی تھیں اور حضرت شیخ عبدالرشید صاحب کی پوتی تھیں۔ دونوں صحابی تھے۔ بچپن میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ مرحومہ یادداشت کی کمی کے باوجود آخری وقت تک نماز پڑھنا کبھی نہیں بھولیں۔ خطبہ جمعہ بھی ایم ٹی اے پر باقاعدگی سے سنتی تھیں۔ ایک نیک باوفا بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کی جیسا کہ میں نے کہا ان کی والدہ تھیں۔ اور گزشتہ دنوں قریشی صاحب کا بھی اور ان کی اہلیہ شوکت گوہر صاحبہ کا بھی انتقال ہوا، ان دونوں نے بھی جب تک یہ زندہ رہے ڈاکٹر صاحب بھی اور ان کی اہلیہ بھی، ان کی بڑی خدمت کی ہے۔ بہرحال ان کی زندگی میں ہی وہ دونوں فوت ہو گئے۔

ان کی پوتی عصمت مرزا لکھتی ہیں میری دادی حقیقی مومنہ، احمدیت اور خلافت کی شیدائی خاتون تھیں۔ میں نے ان سے زیادہ عبادت گزار اور قرآن سے عقیدت اور محبت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ خاموش طبع اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

جمعے کے بعد ان سب کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔ ان شاء اللہ۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

کوئی علم بدوں تقویٰ کے کام نہیں دیتا ہے
اور تقویٰ بدوں علم کے نہیں ہوسکتا

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 370)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپیور، صوبہ تامل ناڈو)

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بنو قریظہ کے اپنے مقرر کردہ حکم سعدؓ کا فیصلہ تورات کے مطابق تھا

یہ اُوپر کے واقعات انفرادی تھے۔ بنو قریظہ بحیثیت قوم اپنی ضد پر قائم رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے سے انکار کرتے ہوئے سعدؓ کے فیصلہ پر اصرار کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کے اِس مطالبہ کو مان لیا۔ سعدؓ کو جو جنگ میں زخمی ہو چکے تھے اطلاع دی کہ تمہارا فیصلہ بنو قریظہ تسلیم کرتے ہیں آ کر فیصلہ کرو۔ اِس تجویز کا اعلان ہوتے ہی اوس قبیلہ کے لوگ جو بنو قریظہ کے دیر سے حلیف چلے آئے تھے وہ سعدؓ کے پاس دَوڑ کر گئے اور اُنہوں نے اصرار کرنا شروع کیا کہ چونکہ خزرج نے اپنے حلیف یہودیوں کو ہمیشہ سزا سے بچایا ہے آج تم بھی اپنے حلیف قبیلہ کے حق میں فیصلہ دینا۔

سعدؓ زخموں کی وجہ سے سواری پر سوار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے اور انکی قوم کے افراد اُن کے دائیں بائیں دوڑتے جاتے تھے اور سعدؓ سے اصرار کرتے جاتے تھے کہ دیکھنا بنو قریظہ کے خلاف فیصلہ نہ دینا۔ مگر سعدؓ نے صرف یہی جواب دیا کہ جس کے سپرد فیصلہ کیا جاتا ہے وہ امانتدار ہوتا ہے اُسے دیانت سے فیصلہ کرنا چاہئے میں دیانت سے فیصلہ کروں گا۔ جب سعدؓ یہود کے قلعہ کے پاس پہنچے جہاں ایک طرف بنو قریظہ قلعہ کی دیوار سے کھڑے سعدؓ کا انتظار کر رہے تھے اور دوسری طرف مسلمان بیٹھے تھے، تو سعدؓ نے پہلے اپنی قوم سے پوچھا کیا آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ جو میں فیصلہ کروں گا وہ آپ لوگ قبول کریں گے؟ انہوں نے کہاں ہاں۔ پھر سعدؓ نے بنو قریظہ کو مخاطب کر کے کہا کیا آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ جو فیصلہ میں کروں وہ آپ لوگ قبول کریں گے؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ پھر شرم سے دوسری طرف دیکھتے ہوئے نیچی نگاہوں سے اُس طرف اشارہ کیا جدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اور کہا اِدھر بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہ وعدہ کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اسکے بعد سعدؓ نے بائبل کے حکم کے مطابق فیصلہ سنایا۔ بائبل میں لکھا ہے: ”اور جب تو کسی شہر کے پاس اُس سے لڑنے کیلئے آ پہنچے تو پہلے اُس سے صلح کا پیغام کر۔ تب یوں ہوگا کہ اگر وہ تجھے جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لئے کھول دے تو ساری خلق جو اُس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر۔ مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو اُس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔ اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔ اسی طرح سے تو اُن سب شہروں سے جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں سے نہیں ہیں یہی حال کیجیو۔ لیکن اِن قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے جیتا نہ چھوڑیو۔ بلکہ تو اُن کو حرم کیجیو۔ حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی کو جیسا کہ خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم کیا ہے تا کہ وے اپنے سارے کریہہ کاموں کے مطابق جو اُنہوں نے اپنے معبودوں سے کئے تم کو عمل کرنا نہ سکھائیں اور کہ تم خداوند اپنے خدا کے گنہگار ہو جاؤ۔“

بائبل کے اس فیصلہ سے ظاہر ہے کہ اگر یہودی جیت جاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہار جاتے تو بائبل کے اس فیصلہ کے مطابق اوّل تو تمام مسلمان قتل کر دیئے جاتے۔ مرد بھی اور عورت بھی اور بچے بھی۔ اور جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کا یہی ارادہ تھا کہ مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو یکدم قتل کر دیا جائے لیکن اگر وہ اُن سے بڑی سے بڑی رعایت کرتے تب بھی کتاب استثناء کے مذکورہ بالا فیصلہ کے مطابق وہ اُن سے دُور کے ملکوں والی قوموں کا سا سلوک کرتے اور تمام مردوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں اور لڑکوں اور سامانوں کو لوٹ لیتے۔ سعدؓ نے جو بنو قریظہ کے حلیف تھے اور اُن کے دوستوں میں سے تھے جب دیکھا کہ یہود نے اسلامی شریعت کے مطابق جو یقیناً اُن کی جان کی حفاظت کرتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تو انہوں نے وہی فیصلہ یہود کے متعلق کیا جو موسیٰ نے استثناء میں پہلے سے ایسے مواقع کیلئے کر چھوڑا تھا اور اس فیصلہ کی ذمہ داری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا مسلمانوں پر نہیں، بلکہ موسیٰ پر اور تورات پر اور اُن یہودیوں پر ہے جنہوں نے غیر قوموں کے ساتھ ہزاروں سال اس طرح معاملہ کیا تھا اور جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کیلئے بلایا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں، ہم سعدؓ کی بات مانیں گے۔ جب سعدؓ نے موسیٰؑ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ دیا تو آج عیسائی دنیا شور مچاتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کیا۔ کیا عیسائی مصنف اِس بات کو نہیں دیکھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے موقع پر کیوں ظلم نہ کیا؟ سینکڑوں دفعہ دشمن نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم پر اپنے آپ کو چھوڑا اور ہر دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف کر دیا۔ یہ ایک ہی موقع ہے کہ دشمن نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مانیں گے بلکہ فلاں دوسرے شخص کے فیصلہ کو مانیں گے اور اُس شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اقرار لے لیا کہ جو میں فیصلہ کروں گا اُسے آپ مانیں گے۔ اسکے بعد اُس نے فیصلہ کیا بلکہ اُس نے فیصلہ نہیں کیا اُس نے موسیٰؑ کا فیصلہ دُہرا دیا جس کی اُمت میں سے ہونے کے یہود مدعی تھے۔ پس اگر کسی نے ظلم کیا تو یہود نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اگر کسی نے ظلم کیا تو موسیٰؑ نے ظلم کیا جنہوں نے محصور دشمن کے متعلق تورات میں خدا سے حکم پا کر یہی تعلیم دی تھی۔ اگر یہ ظلم تھا تو اِن عیسائی مصنفوں کو چاہئے کہ موسیٰؑ کو ظالم قرار دیں بلکہ موسیٰؑ کے خدا کو ظالم قرار دیں جس نے یہ تعلیم تورات میں دی ہے۔

احزاب کی جنگ کے خاتمہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج سے مشرک ہم پر حملہ نہیں کریں گے اب اسلام خود جواب دے گا اور ان اقوام پر جنہوں نے ہم پر حملے کئے تھے اب ہم چڑھائی کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ احزاب کی جنگ میں بھلا کفّار کا نقصان ہی کیا ہوا تھا چند آدمی مارے گئے تھے وہ دوسرے سال پھر دوبارہ تیاری کر کے آسکتے تھے۔ بیس ہزار کی جگہ وہ چالیس یا پچاس ہزار کا لشکر بھی لا سکتے تھے۔ بلکہ اگر وہ اور زیادہ انتظام کرتے تو لاکھ ڈیڑھ کا لشکر لانا بھی اُن کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا۔ مگر اکیس سال کی متواتر کوشش کے بعد کفّار کے دلوں کو محسوس ہو گیا تھا کہ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اُن کے بت جھوٹے ہیں اور دنیا کا پیدا کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔ اُن کے جسم صحیح سلامت تھے مگر اُن کے دل ٹوٹ چکے تھے۔ بظاہر وہ اپنے بتوں کے آگے سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے تھے مگر اُن کے دلوں میں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آوازیں اُٹھ رہی تھیں۔

مسلمانوں کے غلبہ کا آغاز

اِس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج سے کفّارِ عرب ہم پر حملہ نہیں کریں گے، یعنی مسلمانوں کا ابتلاء اپنی آخری انتہاء کو پہنچ گیا ہے اور اب اُن کے غلبہ کا زمانہ شروع ہونے والا ہے۔ اِس وقت تک جتنی جنگیں ہوئی تھیں وہ ساری کی ساری ایسی تھیں کہ یا تو کفّار مدینہ پر چڑھ کے آئے تھے یا اُن کے حملوں کی تیاریوں کے روکنے کیلئے مسلمان مدینہ سے باہر نکلے تھے لیکن کبھی بھی مسلمانوں نے خود جنگ کو جاری رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ جنگی قوانین کے لحاظ سے جب ایک لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو اُس کا اختتام دو ہی طرح ہوتا ہے یا صلح ہو جاتی ہے یا ایک فریق ہتھیار ڈال دیتا ہے لیکن اِس وقت تک ایک بھی موقع ایسا نہیں آیا جبکہ صلح ہوئی ہو یا کسی فریق نے ہتھیار ڈالے ہوں۔ پس گو پرانے زمانہ کے دستور کے مطابق لڑائیوں میں وقفہ پڑ جاتا تھا لیکن جہاں تک جنگ کے جاری رہنے کا سوال تھا وہ متواتر جاری تھی اور ختم نہ ہوئی تھی اس لئے مسلمانوں کا حق تھا کہ وہ جب بھی چاہتے دشمن پر حملہ کر کے اُن کو مجبور کرتے کہ وہ ہتھیار ڈالیں۔ لیکن مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب وقفہ پڑتا تھا تو مسلمان بھی خاموش ہو جاتے تھے۔ شاید اس لئے کہ ممکن ہے کفّار درمیان میں صلح کی طرح ڈالیں اور لڑائی بند ہو جائے۔ لیکن جب ایک لمبے عرصہ تک کفّار کی طرف سے صلح کی تحریک نہ ہوئی اور نہ انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالے بلکہ اپنی مخالفت اور جوش میں بڑھتے ہی چلے گئے تو اب وقت آ گیا کہ لڑائی کا دو ٹوک فیصلہ کیا جائے یا تو فریقین میں صلح ہو جائے یا دونوں میں سے ایک فریق ہتھیار ڈال دے تا کہ ملک میں امن قائم ہو جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کی جنگ کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اب ہم دونوں فیصلوں میں سے ایک فیصلہ کر کے چھوڑیں گے یا تو ہماری اور کفّار کی صلح ہو جائے گی یا ہم میں سے کوئی فریق ہتھیار ڈال دے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہتھیار ڈال دینے کی صورت میں کفّار ہی ہتھیار ڈال سکتے تھے کیونکہ اسلام کے غلبہ کے متعلق تو خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر مل چکی تھی اور مکی زندگی میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے غلبہ کا اعلان کر چکے تھے۔ باقی رہی صلح تو صلح کے بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ صلح کی تحریک یا غالب کی طرف سے ہوا کرتی ہے یا مغلوب کی طرف سے۔ مغلوب فریق جب صلح کی درخواست کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ملک کا کچھ حصہ یا اپنی آمدن کا کچھ حصہ مستقل طور پر یا عارضی طور پر غالب فریق کو دیا کرے گا یا بعض اَور صورتوں میں اس کی لگائی ہوئی قیود تسلیم کرے گا۔ اور غالب فریق کی طرف سے جب صلح کی تجویز پیش ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم تمہیں بالکل کچلنا نہیں چاہتے۔ اگر تم بعض صورتوں میں ہماری اطاعت یا ہماری ماتحتی قبول کر لو تو ہم تمہاری آزادانہ حیثیت یا نیم آزادانہ حیثیت کو قائم رہنے دیں گے۔ کفّارِ مکہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقابلہ تھا اس میں بار بار کفار کو شکست ہوئی تھی لیکن اس شکست کے محض اتنے معنی تھے کہ اُن کے حملے ناکام رہے تھے۔ حقیقی شکست وہ کہلاتی ہے جبکہ دفاع کی طاقت ٹوٹ جائے۔ حملہ ناکام ہونے کے معنی حقیقی شکست کے نہیں سمجھے جاتے۔ اِس کے معنی صرف اتنے ہوتے ہیں کہ گو حملہ آور قوم کا حملہ ناکام رہا مگر پھر دوبارہ حملہ کر کے وہ اپنے مقصد کو پورا کر لے گی۔ پس جنگی قانون کے لحاظ سے مکہ والے مغلوب نہیں ہوئے تھے بلکہ اُنکی پوزیشن صرف یہ تھی کہ اب تک اُنکی جارحانہ کارروائیاں اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکی تھیں۔ اسکے مقابلہ میں مسلمان جنگی لحاظ سے گو اُنکا دفاع نہیں ٹوٹا تھا مغلوب کہلانے کے مستحق تھے اِس لئے کہ:

اوّل تو وہ بہت چھوٹی اقلیت میں تھے۔ دوم

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(150) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب نے اپنی کتاب حیاۃ النبی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ ملازمت سیالکوٹ کے متعلق مولوی سید میر حسن صاحب سیالکوٹی کی ایک تحریر نقل کی ہے جو میں مولوی صاحب موصوف سے براہ راست تحریری روایت لے کر درج ذیل کرتا ہوں۔ مولوی صاحب موصوف سید میر حامد شاہ صاحب مرحوم سیالکوٹی کے چچا ہیں اور سیالکوٹ کے ایک بڑے مشہور مولوی ہیں۔ مولوی صاحب مذہباً احمدی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبع نہیں بلکہ وہ سرسید مرحوم کے خیالات کے دلدادہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مرزا صاحب 1864ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول ولغو سے مجتنب اور محترز تھے۔ اس واسطے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ لالہ بھیم سین صاحب وکیل جن کے نانا ڈپٹی مٹھن لال صاحب بٹالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھے ان کے بڑے رفیق تھے۔ اور چونکہ بٹالہ میں مرزا صاحب اور لالہ صاحب آپس میں تعارف رکھتے تھے اس لئے سیالکوٹ میں بھی ان سے اتحاد کامل رہا۔ پس سب سے کامل دوست مرزا صاحب کے اگر اس شہر میں تھے تو لالہ صاحب ہی تھے۔ اور چونکہ لالہ صاحب طبع سلیم اور لیاقت زبان فارسی اور ذہن رسا رکھتے تھے اس سبب سے بھی مرزا صاحب کو علم دوست ہونے کے باعث ان سے بہت محبت تھی۔ مرزا صاحب کی علمی لیاقت سے کچہری والے آگاہ تھے مگر چونکہ اسی سال کے اوائل گرما میں ایک عرب نوجوان محمد صالح نام شہر میں وارد ہوئے اور ان پر جاسوسی کا شبہ ہوا تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے (جن کا نام پرکسن تھا۔ اور پھر وہ آخر میں کمشنر راولپنڈی کی کمشنری کے ہوگئے تھے) محمد صالح کو اپنے محکمہ میں بغرض تفتیش حالات طلب کیا۔ ترجمان کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب چونکہ عربی میں کامل استعداد رکھتے تھے اور عربی زبان میں تحریر وتقریر بخوبی کر سکتے تھے۔ اس واسطے مرزا صاحب کو بلا کر حکم دیا کہ جو جو بات ہم کہیں عرب صاحب سے پوچھو۔ اور جو جواب وہ دیں اردو میں ہمیں لکھواتے جاؤ۔ مرزا صاحب نے اس کام کو کماحقہ ادا کیا۔ اور آپ کی لیاقت لوگوں پر منکشف ہوئی۔

اس زمانہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے۔ (اب اس عہدہ کا نام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہے) کچہری کے ملازم منشیوں کیلئے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔

مرزا صاحب کو اس زمانہ میں بھی مذہبی مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ پادری صاحبوں سے اکثر مباحثہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ پادری الایشہ صاحب جو دیسی عیسائی پادری تھے اور حاجی پورہ سے جانب جنوب کی کوٹھیوں میں سے ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے مباحثہ ہوا۔ پادری صاحب نے کہا کہ عیسوی مذہب قبول کرنے کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی۔ مرزا صاحب نے فرمایا نجات کی تعریف کیا ہے؟ اور نجات سے آپ کیا مراد رکھتے ہیں؟ مفصل بیان کیجئے۔ پادری صاحب نے کچھ مفصل تقریر نہ کی اور مباحثہ ختم کر بیٹھے اور کہا ''میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا۔''

پادری بٹلر صاحب ایم.اے. سے جو بڑے فاضل اور محقق تھے مرزا صاحب کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ یہ صاحب موضع گوہد پور کے قریب رہتے تھے۔ ایک دفعہ پادری صاحب فرماتے تھے کہ مسیح کو بے باپ پیدا کرنے میں یہ سرّ تھا کہ وہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بری رہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ مریم بھی تو آدم کی نسل سے ہے پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے۔ اور علاوہ ازیں عورت ہی نے تو آدم کو ترغیب دی جس سے آدم نے درخت ممنوع کا پھل کھایا اور گنہگار ہوا۔ پس چاہیے تھا کہ مسیح عورت کی شرکت سے بھی بری رہتے۔ اس پر پادری صاحب خاموش ہوگئے۔

پادری بٹلر صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور بڑے ادب سے ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ پادری صاحب کو مرزا صاحب سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ جب پادری صاحب ولایت جانے لگے تو مرزا صاحب کی ملاقات کیلئے کچہری تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے پادری صاحب سے تشریف آوری کا سبب پوچھا تو پادری صاحب نے جواب دیا کہ میں مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آیا تھا۔ چونکہ میں وطن جانے والا ہوں اس واسطے ان سے آخری ملاقات کروں گا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحب بیٹھے تھے وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے اور ملاقات کر کے چلے گئے۔

چونکہ مرزا صاحب پادریوں کے ساتھ مباحثہ کو بہت پسند کرتے تھے اس واسطے مرزا شکستہ تخلص نے جو بعد ازاں موحد تخلص کیا کرتے تھے اور مراد بیگ نام جالندھر کے رہنے والے تھے مرزا صاحب کو کہا کہ سید احمد خاں صاحب نے تورات و انجیل کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ ان سے خط وکتابت کریں۔ اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کو عربی میں خط لکھا۔

کچہری کے منشیوں سے شیخ الہ داد صاحب مرحوم سابق محافظ دفتر سے بہت اُنس تھا اور نہایت پکی اور سچی محبت تھی۔ شہر کے بزرگوں سے ایک مولوی صاحب محبوب عالم نام سے جو عزلت گزیں اور بڑے عابد اور پارسا اور نقشبندی طریق کے صوفی تھے مرزا صاحب کو دلی محبت تھی۔

چونکہ جس بیٹھک میں مرزا صاحب مع حکیم منصب علی کے جو اس زمانہ میں وثیقہ نویس تھے رہتے تھے اور وہ سر بازار تھی اور اس دکان کے بہت قریب تھی جس میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم سامان دوا سازی اور دوا فروشی اور مطب رکھتے تھے اس سبب سے حکیم صاحب اور مرزا صاحب میں تعارف ہوگیا۔ چنانچہ حکیم صاحب نے مرزا صاحب سے قانونچہ اور موجز کا بھی کچھ حصہ پڑھا۔

چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیوں کر ہوتے وہ دنیوی اشغال کیلئے بنائے نہیں گئے تھے۔ سچ ہے ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ان دنوں میں پنجاب یونیورسٹی نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ اس میں عربی استاد کی ضرورت تھی جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ درخواست بھیج دیں چونکہ آپ کی لیاقت عربی زبان دانی کی نہایت کامل ہے، آپ ضرور اس عہدہ پر مقرر ہو جائیں گے۔ فرمایا:

''میں مدرسی کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اکثر لوگ پڑھ کر بعد ازاں بہت شرارت کے کام کرتے ہیں اور علم کو ذریعہ اور آلہ ناجائز کاموں کا بناتے ہیں۔ میں اس آیت کے وعید سے بہت ڈرتا ہوں۔ اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَهُمۡ (الصافات:23) اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے نیک باطن تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ انبیاء کو احتلام کیوں نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ چونکہ انبیاء سوتے جاگتے پاکیزہ خیالوں کے سوا کچھ نہیں رکھتے اور ناپاک خیالوں کو دل میں آنے نہیں دیتے۔ اس واسطے ان کو خواب میں بھی احتلام نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ لباس کے بارہ میں ذکر ہو رہا تھا، ایک کہتا کہ بہت کھلی اور وسیع موہری کا پاجامہ اچھا ہوتا ہے جیسا ہندوستانی اکثر پہنتے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ تنگ موہری کا پاجامہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

''بلحاظ ستر عورت تنگ موہری کا پاجامہ بہت اچھا اور افضل ہے۔ اور اس میں پردہ زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کی تنگ موہری کے باعث زمین سے بھی ستر عورت ہو جاتا ہے۔ سب نے اس کو پسند کیا۔

آخر مرزا صاحب نوکری سے دل برداشتہ ہو کر استعفیٰ دے کر 1868ء میں یہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ 1877ء میں آپ تشریف لائے اور لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر قیام کیا اور بتقریب دعوت حکیم میر حسام الدین صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔

اسی سال سرسید احمد خاں صاحب غفرلہ نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے پاس آچکی تھی۔ جب میں اور شیخ الہ داد صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کیلئے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے تو اثناء گفتگو میں سرسید صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا ذکر بھی آ گیا۔ راقم نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر آ گئی جس میں دعا اور نزول وحی کی بحث آ گئی ہے۔ فرمایا:

''کل جب آپ آویں تو تفسیر لیتے آویں''

جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنے اور سُن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا۔

اس زمانہ میں مرزا صاحب کی عمر راقم کے قیاس میں تخمیناً 24 سے کم اور 28 سے زیادہ نہ تھی۔ غرضیکہ 1864ء میں آپ کی عمر 28 سے متجاوز نہ تھی۔ راقم میر حسن''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اوّل مولوی میر حسن صاحب موصوف نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت صاحب نے سیالکوٹ میں ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھی تھیں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ انگریزی خواں تھے۔ ایک یا دو کتابیں پڑھنے کا صرف یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ آپ کو حروف شناسی ہوگئی تھی کیونکہ پہلے زمانہ میں جو انگریزی کی پہلی کتاب ہوتی تھی۔ اس میں صرف انگریزی کے حروف تہجی کی شناخت کروائی جاتی تھی۔ اور دوسری کتاب میں حروف جوڑ کر بعض چھوٹے چھوٹے آسان الفاظ کی شناخت کروائی جاتی تھی۔ اور آج کل بھی انگریزی کی ابتدائی ایک دو کتابوں میں قریباً اسی قدر استعداد مدنظر رکھی جاتی ہے۔ خاکسار کو یاد ہے کہ جب میں غالباً ساتویں جماعت میں تھا تو ایک دفعہ میں گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس کھڑا تھا اور میرے پاس ایک انگریزی طرز کا قلمدان تھا جس میں تین قسم کی سیاہی رکھی جاسکتی ہے۔ اس میں Red.Copying.Blue کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہاتھ میں یہ قلمدان دیکھا تو اسے اپنے ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ پڑھنے چاہے۔ مگر مجھے یاد ہے کہ پہلا اور تیسرا تو آپ نے غور کے بعد پڑھ لیا مگر درمیان کے لفظ کے متعلق پڑھنے کی کوشش کی مگر نہیں پڑھ سکے۔ چنانچہ پھر آپ نے مجھ سے وہ لفظ پوچھا اور اس کے معنے بھی دریافت فرمائے۔ غرض معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے مفرد اور آسان الفاظ آپ غور کرنے سے پڑھ سکتے تھے جسکے یہ معنی ہیں کہ آپکو انگریزی حروف شناسی ہوگئی بس اس سے زیادہ نہیں۔

دوسرے: مولوی میر حسن صاحب نے لکھا ہے کہ زمانہ قیام سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی میں کامل استعداد تھی اور آپ عربی میں تحریر وتقریر کر سکتے تھے۔ یہ ریمارک جس رنگ میں مولوی صاحب نے کیا ہے درست ہے۔ مگر یہ ایک نسبتی ریمارک ہے جس سے صرف یہ مراد ہے کہ اس وقت سیالکوٹ کے ایک خاص حلقہ میں حضرت صاحب کی عربی استعداد دوسروں کی نسبت اچھی تھی اور آپ ایک حد تک عربی میں اپنے ما فی الضمیر کو ادا کر سکتے تھے لیکن ویسے حقیقۃً دیکھا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکتسابی تعلیم عام مروجہ حد سے ہرگز متجاوز نہیں تھی اور وہ بھی اس حد تک محدود تھی جو اس وقت قادیان میں گھر پر استاد رکھنے سے میسر آ سکتی تھی۔ کیونکہ آپ نے کسب علم کیلئے کبھی کسی بڑے مرکز یا شہر کا سفر اختیار نہیں کیا۔

تیسرے: مولوی میر حسن صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت صاحب نے سرسید کی تفسیر دیکھی مگر پسند نہیں فرمایا اس کی یہ وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرسید مرحوم کو ایک لحاظ سے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں قوم کا ہمدرد اور بہی خواہ سمجھتے تھے لیکن سرسید کے مذہبی خیالات کے آپ سخت مخالف تھے۔ کیونکہ مذہبی معاملات میں سرسید کی یہ پالیسی تھی کہ نئے علوم اور نئی روشنی سے مرعوب ہو کر ان کے مناسب حال اسلامی مسائل کی تاویل کر دیتے تھے۔ چنانچہ یہ سلسلہ اتنا وسیع ہوا کہ کئی بنیادی اسلامی عقائد مثلاً دعا، وحی والہام، خوارق ومعجزات، ملائک وغیرہ کے گویا ایک طرح منکر ہی ہوگئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرسید کی یہ حالت دیکھ کر انہیں اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں نہایت دردمندانہ طریق پر مخاطب کر کے ان کی اس سخت ضرر رساں پالیسی پر متنبہ فرمایا ہے۔

نیز خاکسار عرض کرتا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول بھی اوائل میں سرسید کے خیالات اور طریق سے بہت متاثر تھے۔ مگر حضرت صاحب کی صحبت سے یہ اثر آہستہ آہستہ ڈھلتا گیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم مغفور بھی ابتدا میں سرسید کے بہت دلدادہ تھے چنانچہ حضرت صاحب نے بھی اپنے ایک شعر میں ان کے متعلق اس کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

مدتے در آتش نیچر فرو افتادہ بود
ایں کرامت بیں کہ از آتش بروں آمد سلیم

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT

#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695

احمدی عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کی کماحقہ کوشش کرے

نیز اس کا خدا تعالیٰ سے تعلق، اس کی عبادات کی نگرانی اور نیکیوں کی طرف اس کی توجہ کروائے تا پختہ عمر ہونے تک اس کا ہر عمل، عملِ صالح اور پکّا ہو جائے

جو عورت غیب میں اپنے خاوند کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتی وہ خدا کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتی

اسی طرح بیٹیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی عصمت اور تقدس کی حفاظت کریں اور اپنے ماں باپ کی عزت پر حرف نہ آنے دیں

یاد رکھیں کہ ہر احمدی ایک داعی الی اللہ ہے اور اس کا کوئی عمل دوسروں کی ٹھوکر کا باعث نہیں بننا چاہئے

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر 30 جولائی 2010ء بروز ہفتہ بمقام حدیقۃ المہدی (آلٹن، یو.کے) سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خواتین سے خطاب اور نہایت اہم نصائح

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

دنیا میں جب تقویٰ مفقود ہو جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے، برائیاں پھیل جاتی ہیں، نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے، اُس وقت خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے اپنے فرستادوں اور انبیاء کو بھیجتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہدایت پا کر بندوں کو اپنے مقصدِ پیدائش کی پہچان کروائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اور پھر اِس زمانے میں آپ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک یہی ہم دیکھتے ہیں۔ الٰہی کتابیں اور تاریخِ آدم ہمیں اِنہی حالات کی خبر دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کے انبیاء کی بعثت کا پتہ دیتی ہیں جنہوں نے اپنی قوموں کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے کیلئے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر روحانی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ سعید فطرتوں نے انہیں مانا، تقویٰ پر قدم مارا اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والوں میں شامل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بنے۔ لیکن ایک تعداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے اِن انبیاء کی منکر بن کر قومی تنزل اور تباہی کی مورد بھی بنی۔ بہرحال انبیاء کی بعثت کا یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تک تو قومی اور علاقائی سطح تک رہا لیکن جب انسانِ کامل اور خاتم الانبیاء کی بعثت کا وقت آیا تو قومی اور علاقائی حدود کی تفریق ختم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل انسانیت کیلئے مبعوث ہو کر آئے۔ یہ جو تلاوت آپ نے ابھی سنی ہے اِس میں بھی اِسی بات کا ذکر ہے۔

ایک آیت میں یَآ اَیُّھَا النَّاسُ کہہ کر کُل انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اِس نبی کے ماننے اور اِس پر نازل ہوئی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے میں ہی تمہاری بقا ہے۔ اور یہی تعلیم ہے جس سے تمہاری دنیا و آخرت سنور سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اَلنَّاسُ کہنے کے بعد مزید وسعت دینے کیلئے بتایا کہ اے وہ سب لوگو! جو مختلف قوموں اور قبیلوں کی صورت میں دنیا میں بستے ہو، یاد رکھو کہ تمہارے قبیلے اور تمہاری قومیں تمہاری پہچان تو ہیں لیکن تمہاری بڑائی کی سند نہیں ہیں۔ ہاں تمہارا تقویٰ اور عمل ہیں جو تمہیں خدا تعالیٰ کی رضا کا حامل بنا سکتے ہیں۔ جو متقی ہے اور تقویٰ کو حاصل کرنے کیلئے اِس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے جو کُل انسانیت کیلئے بھیجا گیا ہے۔ جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا اور آپؐ سے کہا کہ یہ اعلان کر دیں کہ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف: 159) کہ کہہ دے کہ اے لوگو، اے دنیا میں بسنے والے تمام انسانو! مَیں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اِس رسول کی کامل فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔ کامل اطاعت بھی ضروری ہے۔ تقویٰ کے معیار حاصل کر کے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو اِس رسول کی پیروی کرنی ضروری ہے۔ ورنہ نہ تمہارا خاندان، نہ تمہاری دولت، نہ تمہاری اولاد، نہ تمہارا بلند مرتبہ، نہ تمہارا گروہ، نہ تمہاری قوم نہ حکومت، کوئی چیز بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حامل نہیں بنا سکتی۔ اگر کوئی چیز کسی انسان کو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکتی ہے تو وہ تقویٰ ہے اور اب کیونکہ یہ کامل شریعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہے اِس نے تا قیامت قائم رہنا ہے، کوئی نئی تعلیم اور کوئی نئی شریعت دنیا میں نہیں آ سکتی اور تمام پرانی شریعتوں کی خوبیوں کو بھی اِس کامل شریعت نے اپنے اندر سمو لیا ہے۔ اِس لئے انسان کیلئے سوائے اِس کی پیروی کے اَور کوئی چارہ باقی نہیں ہے۔

پس خوش قسمت ہیں ہم جو اِس آخری اور کامل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے ہیں اور آپ کی شریعت پر یقین رکھتے ہیں جو دنیا کی نجات کا باعث ہے لیکن ایمان کا دعویٰ کرنے اور خدا تعالیٰ پر یقین رکھنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ جب یہ دعویٰ کرتا ہے تو پھر اپنی زندگی کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر مکمل عمل کرنے کی کوشش کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی پابندی کرے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی اِس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے جو قرآنی علوم و معارف اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا کر ہم پر کھولے ہیں اُن کو پڑھے، سُنے، سمجھے اور عمل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیزیں تقویٰ کی طرف لے جانے والی ہیں۔ تقویٰ کے معیار بلند کرنے والی ہیں۔ ایک مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہیں کیونکہ زمانے کے امام کو مان کر اُس کی بات پر لبیک کہنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں شامل ہے اِس لئے آپؐ کی بات ماننا انتہائی ضروری ہے۔ آپؑ حَکَم اور عدل بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور پھر نہ صرف یہ کہ ہمیں جو احمدی مسلمان ہیں، یہ حکم ہے کہ اپنے تقویٰ کے معیار بلند کر کے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں بلکہ قُلْ کہہ کر جس کے پہلے مخاطب بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں آپؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا کو بتا دیں کہ مَیں تمام دنیا کے انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اِس لئے تقویٰ کے معیار وہی ہیں جو مَیں نے قائم کئے ہیں اور جو مَیں نے تمہیں بتائے ہیں جو میرے اوپر اتری ہوئی تعلیم میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اب تقویٰ کے حصول کا یہی ذریعہ اپناؤ گے تو انسانیت کی بقا ہے۔ لیکن آپ کے اِس اعلان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی بھی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ جب تم ایمان لے آئے ہو اور قرآن کریم میں 'قُلْ' کا لفظ پڑھتے ہو تو تمہارے پر بھی یہ فرض ہے کہ دنیا کو بتاؤ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے محبوب ترین ہیں اور تا قیامت خدا تعالیٰ کا آپ جیسا کوئی محبوب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے اِس پیارے کی پناہ میں آؤ کہ اِسکے سوا تقویٰ ممکن نہیں ہے۔ اِسکے سوا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ جب ہم دنیا کو اِس پیغام کی طرف بلا کر تقویٰ پر چلنے کی تلقین کر رہے ہوں گے تو ہمارے پر کس قدر یہ فرض بنتا ہے کہ اِس تعلیم کو اپنی زندگیوں میں لاگو کریں، اپنے آپ پر لاگو کریں۔ ورنہ ہمارا ایمان اور اسلام کا دعویٰ بے وقعت ہو گا، اِسکی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔

تقویٰ کیا ہے؟ ہم یہ لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں۔ کچھ کو اِس کے معنی پتہ ہوں گے اور کچھ اِس کے صرف سطحی معنی جانتے ہوں گے۔ تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے برائی سے بچنا اور نیکیوں پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا۔ کسی نے تقویٰ کی تعریف اِس طرح کی ہے کہ چھوٹے بڑے گناہوں سے اِس طرح بچنا جیسے کسی کانٹے دار جھاڑیوں والے راستے سے انسان گزر رہا ہو اور اپنے کپڑوں کو احتیاط سے اِس طرح بچائے کہ کہیں کوئی کانٹا کپڑے کے کسی حصے میں پھنس کر اُسے پھاڑ نہ دے یا کوئی کپڑے کا دھاگہ باہر نہ نکل آئے اور عورتیں تو خاص طور پر کپڑوں کی بڑی احتیاط کرتی ہیں۔ جس کپڑے میں نقص پیدا ہو جائے یا کپڑا اُلجھنے کی وجہ سے کسی کا وقت ضائع ہونے لگے تو اکثر یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ یا بعض دفعہ خاردار جھاڑیاں اُلجھ کر اور کپڑوں سے گزر کر اُن کو زخمی بھی کر دیتی ہیں۔ اور اپنے آپ کو بچانے کیلئے جب آدمی کانٹے نکال رہا ہوتا ہے تو ہاتھ بھی زخمی کر لیتا ہے۔ اِس لئے بھی انسان ایسی جگہوں سے بچ بچ کر گزرتا ہے۔ غرض ذرا سی بے احتیاطی بھی ایسے راستوں پر چلنے والے کو کئی پریشانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ پس یہ احتیاط ہے جو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنے کیلئے ایک مومن پر فرض ہے، ایک مومنہ پر فرض ہے اور پھر ایک احمدی مسلمان جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زمانے کے امام کے حصار میں آ کر مَیں محفوظ ہو گیا ہوں، اُسے تو اِس حصار میں رہنے کیلئے سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ پس کیا احمدی مرد اور کیا احمدی عورت ہر ایک کا فرض ہے کہ اِس حصار میں رہنے کی ہر ممکن کوشش کرے تا کہ شیطان سے محفوظ رہے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا رہے۔ جہاں کسی نے تقویٰ سے باہر قدم نکالنے کی کوشش کی یا تقویٰ سے باہر نکل کر کسی عمل کی کوشش کی تو وہاں وہ خود اپنے اس حصار کو توڑ کر باہر نکل گیا۔ اور پھر جب خود باہر نکل گیا تو اُن برکات سے بھی محروم ہونا شروع ہو گیا جن کا اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جڑنے سے اور جڑے رہنے سے وعدہ فرمایا ہے۔ پس نیکیوں پر قدم مارنے اور تقویٰ پر قائم رہنے کیلئے ایک مسلسل کوشش اور دُعا کی ضرورت ہے۔ اِس سے جہاں ہم خود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں گے وہاں تبلیغ کا بھی حق ادا کر رہے ہوں گے۔

جیسا کہ مَیں نے کل تقریر میں بھی کہا تھا، یہی توجہ دلا رہا ہوں کہ جلسے میں شامل ہونے کے ہمارے کچھ مقاصد ہیں اور جن میں سے سب سے اہم مقصد تقویٰ میں ترقی کرنا اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنا ہے۔ اسی طرف جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مَیں اکثر توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ ہمارے جلسوں، اجتماعوں اور لجنہ کے دوسرے پروگراموں میں شمولیت صرف ایک جگہ جمع ہونے کیلئے نہیں ہے جہاں ہمیں باتیں کرنے کا، ایک دوسرے کا حال احوال پوچھنے کا موقع مل جائے، تھوڑی دیر تفریح کرنے کا موقع مل جائے، پرانی بچھڑی ہوئی سہیلیوں سے ملنے کا موقع مل جائے۔ بلکہ ایک حقیقی مومنہ اور ایک حقیقی مسلمہ اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ مَیں نے اِس جلسہ میں آ کر جو کچھ سننا ہے اُس پر عمل کرنا ہے، اُسے اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے اور نہ صرف اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے بلکہ ایک احمدی مسلمان عورت کے ذمّہ اولاد کی تربیت کی جو ذمہ داری لگائی گئی ہے اُسے بھی کماحقہٗ پورا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اپنی اولاد کی

بھی نیک تربیت کرنی ہے۔ اُس کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے، اُس کی عبادات کی نگرانی کرنی ہے تا کہ بڑے ہوتے تک وہ خدائے واحد کی عبادت کرنے میں پکا ہو جائے۔ نیکیوں کے کرنے کی طرف اُسے توجہ دلاتے رہنا ہے تا کہ پختہ عمر کو پہنچنے تک اُس کا ہر عمل عملِ صالح بن جائے۔ غلط قسم کے لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا نہ ہو۔ غلط قسم کی حرکتوں میں ملوث نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ بحیثیت ایک احمدی، ہر احمدی مرد اور عورت احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا سفیر اور داعی الی اللہ ہے۔ اور خاص طور پر عورتوں کیلئے جنہوں نے اپنی نسل کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ یہ بات بھی ہر وقت مدّنظر رہنی چاہئے۔ اِس لئے اُس کے عمل صرف اُس کی ذات تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ دوسروں کی رہنمائی کا ذریعہ بھی بننے والے ہیں۔ اِسلام کی تصویر دوسروں کے سامنے پیش کرنے کا ذریعہ بننے والے ہیں۔ پس کبھی اپنے کسی عمل سے دوسروں کیلئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ پس ایک احمدی مومن مرد اور عورت کیلئے اور ایک احمدی مسلم مرد اور عورت کیلئے اپنی حالتوں کے ہر وقت جائزے لینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

یہ دنیا خار دار جھاڑیوں کا ایک راستہ ہے۔ اِس میں سے گزرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو اُلجھنے سے بچانے اور پھٹنے اور اپنے ننگ کو ظاہر ہونے سے بچانے کیلئے ہر قدم پھونک پھونک کر اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ آجکل کی آزاد تعلیم نے غلط راستوں اور روشوں پر ایک طبقے کو ڈال دیا ہے۔ ایک طرف تو وہ احمدی ہونے کی باتیں کرتی ہیں اور دوسری طرف دنیاوی حملوں سے بچنے کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہمارے گرد ایک حصار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے گرد پیدا کیا گیا ہے، اُس حصار کو توڑنے کی کوشش کرتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہمیں عطا ہوا ہے۔ ایک طرف تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یعنی ہم اِس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جو تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یہ آخری اور کامل تعلیم ہے جس سے اِدھر اُدھر ہونا انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا سے دُور کر دیتا ہے اور دوسری طرف اِس کی غلط قسم کی تاویلیں بھی کرتے ہیں، اِس سے دُور جا رہے ہیں یعنی دل سے تصدیق کا اعلان بھی کر رہے ہیں اور دل میں وسوسے بھی پیدا ہو رہے ہیں یا اگر وسوسے پیدا نہیں ہو رہے تو شیطان کا غلبہ بڑھ کر ہو رہا ہے یا شیطان اُس شخص پر غالب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے محبت کا بھی دعویٰ ہو، تقویٰ کا بھی دعویٰ ہو، اور دوسری طرف اُس تعلیم پر عمل نہ کر کے انسان شیطان کی گود میں بھی گر رہا ہو۔ پھر جب دل یہ تصدیق کر دیتا ہے کہ میں کامل ایمان لاتا ہوں تو دل میں اِس تعلیم کے پختگی سے قائم ہونے کے بعد زبان سے اِس کا اظہار بھی بہت ضروری ہے۔ پھر اپنے عمل سے بھی اِس کا اظہار بہت ضروری ہے۔ پس مومن اُس وقت تک حقیقی مومن نہیں بنتا جب تک زبان اور عمل سے اُسکے ہر قول و فعل کا اظہار نہ ہو رہا ہو۔ اِس یقین پر قائم ہوتے ہوئے جب تک وہ اپنی ہر حرکت و سکون کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کرے جس پر ایمان لاتا ہے اور تمام احکام پر کامل فرمانبرداری سے عمل کرنے کی کوشش نہ کرے اُس وقت تک ایمان میں ترقی نہیں ہوتی۔

سب سے پہلے ایک مومن اور مومنہ کی جو ذمہ داری ہے وہ اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس بارے میں فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) اور مَیں نے جنوں اور انسانوں کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے بندے بن جائیں۔ اور بندے کون ہیں؟ یہ وہ سچے غلام ہیں جو اپنے پیدا کرنے والے خدا پر ایمان لاتے ہوئے اُس کے کامل فرمانبردار ہیں۔ اُس کی اس طرح عبادت کرنے والے ہیں جو عبادت کرنے کا حق ہے جیسا کہ میں نے کل بھی بتایا تھا۔ اب ہر کوئی یہ تو کہتا ہے کہ ہم خدا کے بندے ہیں لیکن کتنے ہیں جو اِس کامل فرمانبرداری کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے مقصدِ پیدائش کے حصول کیلئے قدم بڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں اِس لئے پیدا کیا ہے کہ میرے بندے بن جاؤ۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ بظاہر ایمان لانے والوں میں سے بھی ایسے لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں اُس کے حقیقی بندے نہیں ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والوں کو کامل فرمانبردار بنانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اُس کے سامنے اِس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے چاہئیں جس طرح مالک کے سامنے غلام کھڑا ہوتا ہے۔ ہم ایک انسان ہوتے ہوئے یہ تو چاہتے ہیں کہ ہمارے ملازم، ہمارے ماتحت، ہمارے چھوٹے ہماری باتوں کو مانیں لیکن وہ خدا جو ربّ العالمین ہے اُس کے احکامات کے بارے میں کم ہی سوچتے ہیں کہ ہمیں اِن احکامات پر حرفاً حرفاً عمل کرنا چاہئے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں اور اِس میں حقِ بندگی ادا کرنے کیلئے سب سے پہلا حکم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہے۔ اگر آپ اپنے جائزے لیں تو خود نظر آئے گا کہ جماعت میں بھی مردوں اور عورتوں کی ایک تعداد ایسی ہے جسے تھوڑا بھی نہیں کہا جا سکتا جو مستقل مزاجی سے اپنی نمازوں کی حفاظت نہیں کرتی، اپنے بچوں کی نمازوں کی نگرانی نہیں کرتی۔

آج پاکستان میں جو واقعات مسجد میں ہوئے ہیں اِن سے ایک طبقے کو اِس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے اور پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ توجہ مستقل قائم رہے۔ ان حالات میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں، اِس میں مرد بھی شامل ہیں، جن کو خدا تعالیٰ کی طرف وہ توجہ نہیں پیدا ہوئی جو ہونی چاہئے۔ اُنہیں اپنے دلوں کی تسکین، اپنے شوق اور اپنے حقوق کو حاصل کرنے سے ہی فرصت نہیں ہے۔ بعض یا تو نمازیں چھوڑ دیتی ہیں یا قضاء کر کے نمازیں پڑھتی ہیں۔ نمازیں توجہ سے نہیں پڑھی جاتیں۔ ایک بوجھ سمجھ کر گلے سے اتارا جاتا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا حقِ بندگی ادا کرنا ہے تو سب سے پہلے اپنی نمازوں کی حفاظت اور اپنے بچوں کی نمازوں کی حفاظت ضروری ہے۔ جب نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہوگی تو دنیاداری اور کھیل کود اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں خود بخود کمی آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اخلاص میں بڑھنے والی اور حق بندگی ادا کرنے کی کوشش کرنے والی اور جماعت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے والی مومنات بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بہت عطا فرمائی ہیں اور پاکستان کے مشکل حالات میں وہاں کی عورتیں بھی مختلف جگہوں پر کسی ایک جگہ میں نہیں قربانیاں پیش کرنے کیلئے اپنے عہدیداران کو بھی کہتی ہیں، مجھے بھی لکھتی ہیں اور مختلف شہروں میں ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ حالات کی وجہ سے جماعت کی مساجد میں جمعہ پر عورتوں کا جانا منع کیا گیا ہے تو عورتیں یہ لکھتی ہیں کہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی مسجد میں جائیں۔ بڑا درد ہوتا ہے اُن کے الفاظ میں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے جماعت سے مزید قربانیاں لینی ہیں تو ہم بھی شہادت کا رتبہ پانے والوں میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔ اپنے نوجوان بچوں کو نمازوں اور مساجد کی حفاظت کیلئے مسجدوں میں بھجواتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو اپنی نیکیوں میں آگے بڑھ رہا ہے۔ پس ایسی مائیں، ایسی مومنات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بھی ادا کرنے والی ہیں اور قربانیوں کی معراج حاصل کرنے کی خواہشمند ہیں اور کوشش کرتی ہیں۔ لیکن بعض ایسی ہیں جن کے خاندانوں میں دینی ماحول تھا۔ جن سے توقع کی جاتی ہے کہ اُنکی دینی حالت بہت بہتر ہونی چاہئے لیکن مالی کشائش اور دولت نے اُنہیں اپنا حق بندگی ادا کرنے سے دُور کر دیا ہے۔ ایسی عورتوں کے حالات جب مجھ تک پہنچتے ہیں تو جہاں تکلیف کا باعث ہوتے ہیں وہاں فکر بھی ہوتی ہے۔ اور اُن بزرگوں کے تعلق کی وجہ سے اُن کیلئے دُعائیں بھی نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کی حالت کو سدھارے، اللہ تعالیٰ اِن کو عقل دے۔

پھر ایک اہم بات جو مومنہ کی شان ہے اور جس کے بغیر تقویٰ ہو ہی نہیں سکتا اور خدا تعالیٰ نے عورتوں کو دیئے گئے احکامات میں اِس بات کو خاص اہمیت دی ہے اور اگر اِس خصوصیت کا ایک عورت صحیح ادراک اور فہم حاصل کر لے، اِس کی گہرائی کو سمجھ لے تو نہ صرف معاشرہ کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں بلکہ دنیا و آخرت کی جنت کی وہ وارث بھی بن جائیں۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء: 35) کہ غیب میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں۔ ایسی حفاظت کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ آجکل کے آزاد معاشرے میں یہ غیب میں حفاظت کا حق نہ ادا کرنا ہی ہے جس نے غلط قسم کی آزادی اور بے حیائی کو فروغ دیدیا ہے۔

اگر ہر عورت اس بات کو سمجھ لے کہ اُسکی کیا ذمہ داریاں ہیں اور اُنکی بجا آوری اس نے اس لئے نہیں کرنی کہ کہیں خاوند، باپ یا بھائی کی نظر میں آ کر اُن کی طرف سے کسی سزا کی سزاوار نہ بن جائے بلکہ اِن ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس اس لئے ہمیشہ دلوں میں رکھنا ہے اور اُسے پختہ کرنا ہے کہ ایک خدا ہے جو عالم الغیب ہے، جو غیب کا علم رکھتا ہے، جو ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، ہر وقت اُسکی نظر اپنی مخلوق پر پڑ رہی ہے۔ ہر ایک کا عمل اُسکے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ پس جب یہ احساس رہے تو کوئی عورت ایسا عمل نہیں کر سکتی جو اُسے تقویٰ سے دُور ہٹا دے۔ ایک بیوی کی حیثیت سے وہ اپنے خاوند سے کامل وفا کرنے والی ہوگی۔ خاوند کے گھر کی نگران ہوگی۔ اس کے مال کو ضائع کرنے کی بجائے اس کا صحیح مصرف کرنے والی ہو گی۔ کئی ایسی عورتیں ہیں جو تقویٰ پر چلنے والی ہیں یا تقویٰ کے ساتھ ساتھ عقل سے بھی چلنے والی ہیں، جو باوجود تھوڑی آمد کے اپنے خاوند سے ملنے والی رقم میں سے کچھ نہ کچھ بچا لیتی ہیں اور جمع کرتی جاتی ہیں اور بعض دفعہ مشکل حالات میں خاوند کو دے دیتی ہیں۔ خاوند کو تو نہیں پتہ ہوتا کہ کیا بچت ہو رہی ہے؟ اب وہ اُس کے مال کی اِس طرح غیب میں حفاظت کر رہی ہیں۔ یا اگر اُن کو ضرورت ہے تو خاوند کو بتا کر اُس کا استعمال کر لیتی ہیں۔ اپنی اولاد کی صحیح نگرانی کرتی ہیں۔ اور یہ اولاد کی نگرانی صرف خاوند کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ اِس لئے ہو رہی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہوتی ہے کہ یہ قوم کی امانت ہیں۔ یہ جماعت کی امانت ہیں۔ پھر وہ اپنی دوستیں اور سہیلیاں بھی ایسی عورتوں کو بناتی ہیں جو اعلیٰ اخلاق کی ہیں۔ ایک خاوند کی وفادار عورت کبھی غلط قسم کی سہیلیاں نہیں بناتی جو اِس کو اُس ڈگر پر ڈالیں جو غلط ہو کہ خاوند کا پیسہ جتنا نچوڑ سکتی ہو نچوڑ لو۔ خاوند کے بغیر سیریں کرنے کیلئے آزادی سے جاؤ آخر تمہارا بھی آزادی کا حق ہے۔ جس سے چاہو جس طرح کے چاہو تعلقات رکھو۔ نہ ہی ایسی مشورہ دینے والی عورتیں غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں اور نہ ہی ایسی عورتوں سے دوستیاں رکھنے والی اور باتوں پر عمل کرنے والی غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔

اِسی طرح بیٹی ہے تو وہ اپنے تقدس اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ اپنی عزت کی حفاظت کرنے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

جن لوگوں میں نمازیں پڑھنے کے باوجود برائیاں قائم رہتی ہیں
ان کی نمازیں صرف ظاہری نمازیں ہوتی ہیں وہ اس کی روح کو نہیں سمجھتے
(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جنوری 2017)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ایسے لوگ جن کو اپنی بڑائی بیان کر کے اپنے مقام کا اظہار کرنے کا بڑا شوق
ہوتا ہے ان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بلند مقام عاجزی سے ہی ملتا ہے
(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2004)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

والی ہوا ور کوئی ایسی دوستی، ایسے طبقے میں اٹھنا بیٹھنا، ایسی حرکت نہ کرے جو اُسے اپنے ماں باپ سے چھپانی پڑے۔ ہمیشہ یاد رکھے کہ عالم الغیب خدا ہے جو اُسے دیکھ رہا ہے۔ غلط قسم کے لڑکے لڑکیوں سے دوستیوں کو وہ اپنے ماں باپ سے تو پردے میں رکھ سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ سے نہیں جو ہر حرکت وسکون کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح مختلف رشتوں کے حوالے سے عورت کی حیثیت ہے۔ ہر حیثیت میں اگر عورت یہ سوچ لے کہ میری کیا ذمہ داریاں ہیں، میرے کیا فرائض ہیں اور دوسروں کے مجھ پر کیا حق ہیں اور ان کو نہ بجالانے کی وجہ سے میں ایک عالم الغیب خدا کی پکڑ میں آسکتی ہوں تو بہت سی برائیاں جن کو معاشرے میں عورت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، بہت سے گھروں کی بے چینیاں جو عورتوں کے عمل سے گھروں میں پیدا ہوتی ہیں، بہت سے بچوں کا ضائع ہونا جو عورتوں کی عدم توجہگی یا بے توجہگی کی وجہ سے یا غلط تربیت یا بے جالاڈ کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی نہ ہو۔ لیکن یہ سب باتیں اور یہ غیب کا صحیح ادراک صرف ایک مومنہ کو ہوسکتا ہے۔ ایک دنیادار کو نہیں ہوسکتا۔ ایک تقویٰ سے عاری عورت کو نہیں ہوسکتا۔

پس ایک احمدی عورت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کا دعویٰ کرتی ہے یہ اعلان کرتی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنی تعلیم کو اپنے پر لاگو کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ وہ اگر غیب میں اپنی ذمہ داریوں کی حفاظت کا حق ادا نہیں کرتی تو اپنے خدا کو ناراض کرنے والی بھی بن رہی ہوگی۔

بعض کو شاید خیال آئے کہ غیب میں جو حفاظت ہے یہ صرف عورتوں سے کیوں خاص ہے۔ مردوں کو کیوں حکم نہیں ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ مرد بھی آزادی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ بھی غیب میں بعض اوقات بیوی سے بے وفائی کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ تو اِس بات کیلئے اللہ تعالیٰ نے جب عورتوں کو حفاظت کا حکم دیا ہے یا توجہ دلائی ہے تو اِس بات کو شروع ہی اِس طرح فرمایا ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء:35) کہ مردوں کو قوام بنایا گیا ہے۔ اُن پر سب سے اول فرض ہے کہ احکام شریعت کی پابندی کریں اور کوئی ایسی حرکت اُن سے سرزد نہ ہو جو اُن پر یہ الزام لائے کہ وہ تقویٰ پر چلنے والے نہیں ہیں۔ مرد کا اثر عموماً عورت پر پڑتا ہے۔ نیک مرد کا اثر عورت پر نیک پڑے گا اور جو غلط کام کرنے والے مرد ہیں اُن کا بد اثر عورت پر پڑے گا۔ اس لئے مرد کو پہلے قوّام بنا کر کہا کہ اگر تم تقویٰ پر چلنے والے ہو تو عورت بھی تقویٰ پر قدم مارے گی سوائے استثناء کے اور اُس صورت میں کچھ سزا بھی رکھی ہے۔ عموماً نیک مردوں کی عورتیں نیکی کی طرف ہی چلنے والی ہوتی ہیں۔ مرد کو قوّام بنا کر تمام باتوں کا سب سے پہلے ذمہ دار بنایا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اے عورتو! جب تمہارے مرد نیکیوں پر قائم ہیں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ نیکی میں آگے بڑھو۔ فرمانبرداری اختیار کرو اور صرف سامنے ہی نہیں بلکہ غیب میں بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرو۔ غیب خدا تمہارا نگران ہے اس لئے اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو شریعت نے جو ذمہ داری تمہارے ذمہ لگائی ہے اُسے ادا کرو۔ آزادی کی رَو میں اور حقوق کے حاصل کرنے کی رَو میں بہہ کر اپنا مقام اور اپنی ذمہ داریاں بھول نہ جانا۔ پس ایک مومنہ کا کام ہے کہ ظاہر میں بھی اور غیب میں بھی اپنے آپ کو شریعت کے احکام کی کامل فرمانبردار اور صالحہ بنائے۔

پھر اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ (الحجرات:13) بہت سے ظنوں سے بچتے رہا کرو کیونکہ یہ ظن جو بدظنی پر مبنی ہوتے ہیں معاشرے میں فساد کا باعث بنتے ہیں۔ اِس لئے کسی قسم کی رائے قائم کرنے سے پہلے تحقیق کرنے کا حکم ہے کیونکہ بعض دفعہ بغیر کسی حقیقت کے بدظنی کرتے ہوئے الزام تراشی کی عادت ہوتی ہے، اپنے ذاتی اختلافات کی وجہ سے دوسرے کو جماعتی نظام اور خلیفۂ وقت کی نظروں میں گرانے کی کوشش ہوتی ہے۔ بعض واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک ملک کی صدر لجنہ کو نامزد کیا تو اُس کی انتظامی صلاحیتوں کو نشانہ بنایا گیا اور ایسی ایسی شکایتیں کی گئیں جو بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ خیر یہ تو ہوا۔ لیکن اُسکی بہن پر بھی بعض انتہائی غلط الزامات لگادیئے گئے جو نہ صرف بدظنی تھی بلکہ ایک شریف عورت پر تہمت بھی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ ایسی عورتوں کو بھی عقل دے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے اور اِس پر مَیں اکثر زور دیتا رہتا ہوں۔ عورت کے تقدس اور حیا کیلئے بڑا ضروری ہے کہ غضّ بصر سے کام لیں اپنی نظروں کو نیچی رکھا کریں۔ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں۔ بعض غیر احمدی مسلمان علماء جو ہیں وہ شاید نوجوان نسل کو اپنے زیر اثر کرنا چاہتے ہیں یا اُنہیں یہ خوف ہے کہ اگر اِس حکم پر عمل کرنے کا کہا جائے گا تو جو نوجوان مسلمان نسل ہے وہ شاید دین سے بالکل ہی نہ ہٹ جائے۔ اِن احکامات کی تشریح کرتے ہوئے پردے کو ضروری خیال نہیں کرتے حالانکہ یہ تمام باتیں جو مَیں نے ابھی اوپر بیان کی ہیں اور جن کا سورۃ نور میں ذکر بھی ہے یعنی حیا، زینت کو رکھنا، غضِ بصر سے کام لینا، یہ عورت کی حفاظت اور پردے کا حکم دیتی ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں مردوں کو بھی غض بصر سے کام لینے کا حکم ہے۔ صرف اس لئے کہ عورت کے تقدس کی حفاظت رہے۔ اور عورت کو اِس لئے کہ تمہاری حیا اور تقدس محفوظ رہے۔ بہر حال ایک غیر احمدی مسلمان کو تو خوف ہوسکتا ہے کہ اِن احکامات کی پابندی شاید دین سے دُور نہ کر دے لیکن ایک احمدی مسلمان عورت پر یہ بدظنی نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اور خلفاء بھی ہمیشہ عورتوں کو لباس اور پردے کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں۔ گو کہ آجکل پردے کے خلاف مغرب میں جو مہم چل رہی ہے، اس مہم کو چلانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک ردّ عمل پیدا ہو رہا ہے اور بعض نے ایسے برقعے بھی بنالئے ہیں جو واقعی ایسے خوفناک لگتے ہیں اور جن کو دیکھ کر اُن ملکوں کی جو انتظامیہ ہے اُن کو بہر حال دیکھنا پڑتا ہے، بعض جگہوں پر جانے کیلئے چیک کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ ایک ردّ عمل ہے۔ فرانس وغیرہ میں جو قانون بنے ہیں جہاں تک میرے علم میں یہ بات ہے وہ بھی اِس قسم کے برقعے کے خلاف بنے ہیں۔ جو عام حجاب ہے اُسکے خلاف نہیں ہے۔ لیکن قابلِ فکر بات یہ ہے کہ ایک مسلمان ملک نے بھی غالباً سیریا نے اپنی یونیورسٹیوں میں پردے یا حجاب پر پابندی لگادی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان ملکوں پر بھی، اُن کی حالتوں پر رحم کرے۔ یہ صاف مغرب سے خوفزدہ ہو کر یا دجالی چال کے زیر اثر آکر کرنے والا کام ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں اُن میں نہ ہی افراط کا حکم ہے نہ ہی تفریط کا حکم ہے۔ نہ اِس طرف جھکو نہ اُس طرف جھکو۔ اور یہی اصل چیز ہے۔ اب بھی غیر از جماعت مسلمان عورتوں، لڑکیوں میں دیکھنے میں آتا ہے، شاید اِن میں چند احمدی لڑکیاں بھی شامل ہوں کہ جینز اور چھوٹی قمیص پہن کر (پھرتی ہیں) جس میں جسم کی نمائش ہو رہی ہوتی ہے اور اوپر حجاب لیا ہوتا ہے۔ اِس قسم کا پردہ تو اسلام کا حکم نہیں ہے۔ یہ شاید اُن لڑکیوں میں بھی مغرب کے قانون کا ردّ عمل ہے کہ اچھا تم ہمیں روکتے ہو تو ہم حجاب لے لیتی ہیں۔ اس سے اُن کو کوئی غرض نہیں ہوتی کہ پردے کی رُوح کیا ہے۔ تو یہ جو ردّ عمل ہے یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تو یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ نظریں نیچی رکھو، بے محابا عورت اور مرد آپس میں ایک دوسرے سے نظریں نہ ٹکرائیں۔ ایک حیا اُن میں ہونی چاہئے۔ دوسرے اپنی زینت چھپاؤ۔ ایسا لباس ہو جس سے جسم کی نمائش نہ ہوتی ہو اور تیسرے یہ کہ اپنی زینت چھپانے کیلئے اپنے گریبانوں، سر، گردن اور سامنے کے حصوں کو ڈھانپ کر رکھو۔ جو برقعہ پہننا ہے وہ ڈھیلا ڈھالا ہو۔ جو میک اَپ کر کے چہرہ ننگا کر کے پھرتی ہیں وہ بھی زینت ظاہر کرنے کے زمرے میں آتی ہیں۔ اسی طرح بالوں کی نمائش جو کرتی ہیں وہ بھی زینت ظاہر کرنے کے زمرے میں آتی ہیں کیونکہ وہ خود اپنے بالوں کی نمائش اِسی لئے کر رہی ہوتی ہیں کہ یہ ہماری زینت ہے۔ خود سمجھ رہی ہوتی ہیں کہ اِس سے ہماری خوبصورتی ظاہر ہو رہی ہے۔ اس لئے سر ڈھانکنا، چہرے کو کم ازکم اِس حد تک ڈھانکنا کہ چہرے کی نمائش نہ ہو رہی ہو اور لباس کو مناسب پہننا یہ کم ازکم پردہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس کی تلقین فرمائی ہے کہ کم ازکم یہ معیار ہونا چاہئے۔ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''یورپ کی طرح بے پردگی پر یہ لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ یہی عورت کی آزادی فسق وفجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اِس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو، اگر اِس آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عفّت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔'' (ملفوظات جلد ہفتم، صفحہ 134)

پس آزادی کی بھی کچھ حدود ہیں۔ جب آزادی کے نام پر لباسوں کی نمائش شروع ہوتی ہے۔ جب ضرورت سے زیادہ فیشن کی طرف توجہ ہوتی ہے تو پھر بے پردگی کی طرف بھی قدم اُٹھتے ہیں۔ پاکستان سے مجھے بعض شکایات آتی ہیں اور خاص طور پر ربوہ سے کہ برقعوں کے بھی ایسے ڈیزائن شروع ہو گئے ہیں جس میں فیشن ہوتا ہے۔ چلتے ہوئے عورتوں کے جسم نظر آرہے ہوتے ہیں۔ اِس لئے تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول نے جو (حدود) مقرر کی ہیں، اُسکے اندر اپنی حدود رکھو۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر آتے ہیں تاکہ دنیا کی اصلاح کر کے اُنہیں خدا تعالیٰ کے قریب کریں۔ اِس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے تو آپ نے جس طرح ہماری رہنمائی فرمائی ہے اُس کے مطابق چلنا چاہئے۔ جس سے ہماری دنیا و آخرت سنبھلتی ہے اُس کے مطابق چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایک مومنہ ہونے کا حق ادا کرنا چاہئے، اپنے آپ کو تقویٰ کے معیار کے مطابق چلانے کی کوشش کریں اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اور ہمیشہ کہتا ہوں کہ احمدی عورت کی ذمہ داری بہت بڑھ کر ہے۔ وہ اپنی زندگی تقویٰ سے گزارے کیونکہ اُس پر جماعت کی نسل کی تربیت کی ذمہ داری ہے۔ یہ آپ کے سپرد ایک امانت ہے اس امانت کا حق ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔

دُعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 11/مارچ 2011)

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کرکے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے، خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں (تذکرہ، صفحہ 195)

(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for royal weddings & celebrations.

2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate

HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201

Contact Number : 09440023007, 08473296444

رجسٹر روایات صحابہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہ کی نہایت دلچسپ اور ایمان افروز روایات کا تذکرہ

ان روایات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ان صحابہ کی پاک فطرت اور دین کی حقیقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام جاننے کی جستجو کا بھی پتہ چلتا ہے

مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2010ء کے موقع پر 3؍اکتوبر 2010ء کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ-
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

اس وقت میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کچھ روایات پیش کروں گا جو رجسٹر روایات صحابہ میں سے مَیں نے لی ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے مقام پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ان صحابہ کی پاک فطرت اور دین کی حقیقت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام جاننے کی جستجو کا بھی پتہ چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی رہنمائی فرمائی اس میں یہ باتیں بھی آئیں گی۔

حضرت میاں محمد ابراہیم صاحب جو میاں محمد بخش صاحب گوجرانوالہ کے بیٹے تھے اور جو پیدائشی احمدی تھے، یہ کہتے ہیں کہ لاہور میں حضرت اقدس کا ایک لیکچر ہوا۔ مَیں بمع والد صاحب کے گیا۔ حضور ایک مکان کے برآمدے میں تقریر کر رہے تھے۔ آگے بڑا صحن تھا جو بالکل بھرا ہوا تھا۔ باہر مخالفین از حد شور مچا رہے تھے اور اندر اینٹیں اور روڑے پھینک رہے تھے۔ لوگوں کو اندر آنے سے روکتے تھے۔ مَیں اور والد صاحب تقریر سننے کیلئے بیٹھ گئے۔ دورانِ تقریر میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور بعض اوقات ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے۔ مَیں نے اپنے والد صاحب کو کہا کہ حضرت اقدس اس طرح تقریر کر رہے ہیں جیسے پہلوان کشتی لڑتے ہیں۔ یہ انبیاء کا کام نہیں (یہ اعتراض ان کے دل میں پیدا ہوا) تو والد صاحب نے اس وقت حافظ محمد لکھو کے والے کا یہ شعر پڑھا۔ پنجابی کا شعر ہے ؎

بولن لگے اَڑ کر بولے پٹاں تے ہتھ مارے

(یعنی جب بولتا ہے تو زبردست بولتا ہے اور رانوں پر ہاتھ مار کر بولتا ہے) تو ان کے والد صاحب کہنے لگے تم جس بات پر اعتراض کر رہے ہو، یہ تو حضور کی صداقت کا نشان ہے۔ اس پر مَیں خاموش ہو گیا اور گھر میں آ کر ''اَحْوَالُ الْآخِرَۃ'' میں سے وہ شعر دیکھا۔

بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراض اور وسوسے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن جن کو خدا تعالیٰ بچانا چاہتا ہے ان کو فوراً دُور کرنے کے انتظام بھی فرما دیتا ہے۔ اب ان کے والد صاحب کو یہ شعر یاد تھا فوراً انہوں نے بیان کر دیا۔ سو یہ سوچنا کہ اس زمانہ کے لوگ کم علم تھے درست نہیں۔ بڑی تحقیق کے بعد وہ لوگ بیعت میں شامل ہوتے تھے۔ یا خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کی تسلی کراتا تھا تو وہ لوگ بیعت میں شامل ہوتے تھے۔

پھر حضرت میاں میراں بخش صاحب ولد میاں شرف الدین صاحب، ٹیلر ماسٹر تھے۔ یہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں جب دکان سے اپنے گھر کی طرف جاتا تھا تو راستے میں اپنے بھائی غلام رسول سے ملا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ سلسلہ کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ مَیں چونکہ مخالف تھا اس لئے ان کو جھوٹا کہا کرتا تھا لیکن جب گھر آ کر سوچتا تو نفس کہتا کہ کورا اَن پڑھ ہے (بالکل اَن پڑھ ہے) مگر اس کی باتیں لاجواب ہیں۔ ایک دفعہ میرے بھائی نے مجھے کچھ ٹریکٹ دیئے، کچھ لٹریچر دیا، پمفلٹ دیئے جو مَیں نے پڑھے۔ ان کا مجھ پر گہرا اثر ہوا۔ اس پر مَیں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا شروع کر دی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مَیں اپنی چارپائی سے اُٹھ کر پیشاب کرنے گیا ہوں مگر دیکھتا ہوں کہ باری کھلی ہے (یعنی کھڑکی کھلی ہے) مَیں حیران ہوا کہ آج کھڑکی کیوں کھلی ہے۔ مَیں جب باری کی طرف گیا تو دیکھا کہ ایک بزرگ ہاتھ میں کتاب لئے پڑھ رہے تھے۔ مَیں نے سوال کیا کہ یہ کون سی کتاب ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کتاب مرزا صاحب کی ہے اور ہم تمہارے لئے ہی لائے ہیں۔ جب انہوں نے کتاب دی تو مَیں نے کہا کہ یہ تو چھوٹی تختی کی کتاب ہے؟ مَیں نے ان کے ٹریکٹ دیکھے ہیں وہ بڑی تختی کے ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ بولے کہ مرزا صاحب نے یہ کتاب چھوٹی تختی کی چھپوائی تھی اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے خیال کیا کہ شاید مَیں دعا کر کے ان خیالات میں سویا تھا یہ انہی کا اثر ہے۔ مگر جب مَیں ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے اپنے گھر کی طرف آیا تو غلام رسول کی دکان پر ایک شخص بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ مَیں نے کہا کہ یہ کون سی کتاب ہے جو پڑھ رہے ہو۔ میاں غلام رسول نے اس کے ہاتھ سے یہ کتاب لے کر میرے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ تم جو کتاب مانگتے تھے یہ کتاب آپ کیلئے ہی مَیں لایا ہوں یہ آپ لے لیں۔ مَیں نے کتاب کو دیکھ کر کہا کہ کتاب رات خواب میں مجھے مل چکی ہے۔ اس پر مَیں نے ''ازالہ اوہام'' کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھا اور اپنے دل سے سوال کیا کہ کیا اب بھی تمہیں کوئی شک و شبہ باقی ہے؟ میرے دل نے جواب دیا کہ اب کوئی شک و شبہ باقی نہیں۔ اس لئے مَیں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ تو یہ لوگ تھے جن میں سعادت تھی اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت بھی مانگتے تھے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی بھی فرماتا تھا اور یہ نظارے ہمیں آج بھی بہت سی جگہوں پر نظر آتے ہیں۔

پھر یہی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے تھے تو میری موجودگی میں وہاں ایک عیسائی لڑکا آ گیا۔ اس نے ایک کاغذ پر کچھ اعتراضات لکھے ہوئے تھے اور دل میں یہ بات رکھی ہوئی تھی کہ اگر حضرت صاحب نے ان کے اعتراض کا بغیر دیکھنے کے جواب دے دیا تو مَیں ان کو سچا سمجھوں گا۔ چنانچہ جب حضرت اقدسؑ سیر کو تشریف لے گئے، مَیں بھی ساتھ تھا۔ دورانِ سفر حضرت اقدسؑ نے ایک تقریر کی جو بالکل اسکے جوابات پر مشتمل تھی۔ جب حضورؑ واپس تشریف لائے تو اس لڑکے نے مسجد اقصیٰ میں میری موجودگی میں بیان کیا کہ واقعی میرے سوالات کے جوابات حضور کی تقریر میں آ گئے ہیں۔

پھر ایک روایت یہ کرتے ہیں کہ اُس زمانہ میں یہ بات عام مشہور تھی کہ حضرت اقدس کو نعوذ باللہ کوڑھ کی بیماری ہے۔ (اور مخالفینِ احمدیت اب تک بھی اس قسم کے بیہودہ اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں) چنانچہ ایک دفعہ مَیں قادیان سے واپس گوجرانوالہ آیا ہی تھا کہ ایک شخص امام الدین نام درزی جسے لوگ اسکے بُرے افعال کی وجہ سے پھَٹکا کہا کرتے تھے، وہ دوڑتے دوڑتے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جس کا تو مرید ہے وہ تو کوڑھا ہے۔ اسکے ہاتھ کی انگلیاں گل چکی ہیں اور وہ ہر وقت برقعہ پہنے رکھتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں ابھی قادیان سے آ رہا ہوں۔ اس شخص کا چہرہ تو ایسا خوبصورت ہے کہ ہر وقت اس پر نُور برستا رہتا ہے۔ تم کو یہ بات کس نے بتائی ہے۔

بہرحال یہ تو مخالفین کا شیوہ ہے اور کوئی دلیل ہاتھ نہیں آتی تو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

پھر ایک روایت حضرت حکیم عبدالرحمن صاحب ولد حضرت حکیم اللہ دتہ صاحب گوجرانوالہ کی ہے جنہوں نے 1904ء میں بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والد صاحب کو احمدی پایا ہے۔ میرے والد صاحب تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے خواب میں دو جنگلے دیکھے۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آج قیامت کا دن ہے اور تمام مخلوقات اکٹھی ہو رہی ہے۔ یہ سن کر مَیں بھی جنگلے کی طرف گیا۔ دروازے میں داخل ہوا تو بعض لوگوں نے کہا کہ پہلے بائیں طرف جاؤ۔ جو بھی ادھر سے ہو کر آئے گا اسے دائیں طرف جانے کی اجازت مل سکتی ہے۔ مَیں اسی طرف گیا تو دیکھا حضرت مرزا صاحب کا دربار لگا ہوا ہے اور بے شمار مخلوق پاس موجود ہے۔ مَیں نے ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد مجھے اجازت دی گئی کہ اب آپ دائیں طرف جا سکتے ہیں۔ مَیں بڑا خوش ہوا۔ پھر نیند سے بیدار ہو گیا۔

یہ اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں ایک مولوی علاؤالدین صاحب ہوا کرتے تھے۔ ان کی یہاں قریب ہی ایک مسجد بھی ہے۔ میرے والد صاحب ان کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن عشاء کے وقت وضو کرتے کرتے میرے والد صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولوی صاحب آج کل آسمان سے تارے بہت ٹوٹتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ امام مہدی آنے والا ہے۔ آسمان پر اس کی آمد کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ چند دن بعد مَیں نے حضرت اقدس کا ذکر سنا اور قادیان جا کر بیعت کر لی۔ واپس آ کر مولوی صاحب کو بھی کہا کہ مَیں نے تو بیعت کر لی ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ مگر وہ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آہستہ سے بولے کہ میاں بات تو سچی ہے مگر ہم دنیا دار جو ہوئے۔

کہتے ہیں کہ مَیں تقریباً دس سال کا تھا کہ میرے والد صاحب مجھے قادیان لے گئے اور قادیان کے ارد گرد سیر کرائی۔ جب ہم مسجد نور کے پاس پہنچے جو کہ ابھی بنی ہوئی نہیں تھی۔ غالباً بنیادیں رکھی گئیں تھیں۔ فرمایا کہ میاں ہم پہلے پہلے جب حضرت اقدس کے ساتھ آیا کرتے تھے تو بالکل جنگل تھا۔ ہم حضور کیلئے کپڑا بچھا دیا کرتے تھے۔ حضور وہاں بیٹھ جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت آپ لوگ یہاں کائی اور سرکنڈا دیکھتے ہیں، ایک وقت یہاں خوب رونق ہو گی۔

حضرت مہر غلام حسین صاحب روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ہم دونوں بھائی بازار میں جا رہے تھے۔ تمام بستی ہندوؤں کی تھی ایک بوڑھے شخص کو ہم نے قرآن پڑھتے سنا۔ جب ہم واپس آئے تو پھر بھی وہ پڑھ رہا تھا۔ مَیں نے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص پکا مسلمان اور بے دھڑک آدمی ہے جو ہندوؤں کی بستی میں قرآن پڑھ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر دیکھی تو پتہ لگا کہ یہ وہی شخص تھا جس کو مَیں نے خواب میں قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

حضرت مہر غلام حسین صاحب ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بنام رحیم بخش صاحب قوم درزی ان کی مسجد میں آیا کرتا تھا۔ آ کر کہنے لگا کہ مولوی صاحب! آج طبیعت بہت پریشان ہے۔ مَیں نے اس کی وجہ پوچھی تو بیان کرنے لگا کہ حامد شاہ ایک فرشتہ اور باخدا انسان ہے اور مسلمان ان کی تعریف کرتے ہیں۔ آج ان سے بہت غلطی ہوئی ہے۔ آج انہوں نے اپنے ماموں عمر شاہ کو کہا ہے کہ ماموں جان آپ کا حضرت ابنِ مریم کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ بیٹا! میرا تو یہی مذہب ہے کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں۔ کسی زمانے میں اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح کیلئے آئیں گے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ماموں صاحب! آج سے آپ میرے امام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے کہ ایک انسان کو حیّ و قیوم اور لازوال مانا جائے۔ دوسری

بات یہ ہے کہ سید و مولیٰ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عقیدہ سے بڑی ہتک ہوتی ہے کہ وہ تو زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھائے جائیں۔ عمر شاہ نے اس پر کہا کہ اچھا بیٹا، آپ آگے کھڑے ہوا کریں اور مَیں پیچھے پڑھا کروں گا۔ مَیں نے یہ بات سنتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے مان لیا ہے کہ مسیح مر گیا ہے۔ اگر مسیح زندہ رہیں تو توحید میں بڑا فرق آتا ہے۔ آپ یہ مت خیال کریں کہ احمدی ہوں۔ مَیں ابھی تک احمدی نہیں مگر مرزا صاحب کی بات ضرور سچی ہے۔ مَیں کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی جائے۔ مولوی صاحب نے میرے منہ کے آگے ہاتھ رکھ دیا۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب! کیوں روکتے ہو؟ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا عقیدہ ہوگیا ہے کہ مسیح مر گیا ہے تو اتنا جوش وخروش دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ مَیں نے کہا مولوی صاحب! مسجد سے نکلتے ہی منادی کرتا چلا جاؤں گا کہ اگر حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں تو محمد رسول اللہ کی ہتک ہے۔ مَیں نے جاتے ہی اپنے والد صاحب کو سمجھایا اور میرا بڑا بھائی غلام حسین جو عارف والے کا امیر جماعت ہے وہ دونوں جَل کر آگ بگولہ ہو گئے اور میرا نام دجال اور ملعون وغیرہ رکھا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کل جمعہ پر مولویوں کا حملہ ہوگا۔ مَیں نے رات کے وقت اس احمدی کو جس کو ہم نے مسجد سے روکا تھا ایک نوکر کے ذریعہ بلایا۔ مَیں نے اسے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب نے وفاتِ مسیح پر کوئی دلیل بھی دی ہے یا یوں ہی کہہ دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں آیات پیش کی ہیں، مَیں نے حیران ہوکر کہا کہ ہم دن رات قرآن پڑھتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں یہ کیا بات ہے۔ ایک ہی آیت ہمیں بتا دو۔ اس نے ساتویں پارے کی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي بتادی۔ مَیں نے کہا اب میری تسلی ہوگئی ہے۔ اب کوئی مولوی میرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ فجر کے وقت مولوی غلام حسین صاحب اور مولوی فیض دین صاحب اور دو تین اور آدمی میرے بھائی کے ہمراہ آئے۔ مَیں مسجد کے دروازے میں کھڑا تھا کہ یہ جا پہنچے۔ مولوی غلام حسین نے کہا کہ مسیح کے آپ کیوں دشمن ہو گئے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے کیا دشمنی کی؟ وہ کہتے کہ آپ کا بھائی کہتا ہے کہ یہ مسیح کی موت کا قائل ہوگیا ہے۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب کیا کریں، وہ تو خود اپنی موت کا اقرار کر رہا ہے۔ اور آپ کی مثال مدعی سست گواہ چست کی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا یہ کہاں لکھا ہے؟ مَیں نے کہا قرآن میں۔ وہ کہتے ہیں مگر کونسا قرآن! جو مرزا صاحب نے بنا دیا ہے؟ مَیں نے کہا مولوی صاحب ذرا ہوش سے بولیں۔ خدا پر حملہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ تو فرماتا ہے کہ میرے قرآن کی کوئی مثل نہیں لاسکتا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن مرزا صاحب نے بنا دیا ہے۔ کہنے لگے کہاں لکھا ہے؟ مَیں نے ساتویں پارے کی آیت پڑھی۔ کہتے ہیں مگر ہم تمہیں ایک ہی گُر بتاتے ہیں کہ ان بے ایمانوں کے ساتھ بات نہ کی جائے یعنی احمدیوں کے ساتھ بات نہ کی جائے۔ بلکہ نظر کے ساتھ نظر ملائی جائے تو بھی اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب! سچائی کا اثر ویسے ہی ہوا کرتا ہے۔ مولوی صاحب واپس ہوکر چلے گئے۔ میرا بھائی جو مخالف تھا وہ نیروبی میں چلا گیا۔ مَیں نے بیعت کرلی۔ والد صاحب اور بیوی کو بھی سمجھا لیا۔ گویا سب کو سمجھا لیا۔ بھائی کو نیروبی میں جا کر سمجھ آئی۔ وہ دس ماہ کے بعد واپس چلے آئے اور آتے ہی بیعت کرلی۔ اب خدا کے فضل سے ہمارے محلے میں سو ڈیڑھ سو افراد احمدی ہیں۔ بھائی صاحب کی واپسی پر والد صاحب میر حامد شاہ صاحب اور بھائی صاحب قادیان گئے وہ جب واپس آئے تو ہم چار آدمی تبلیغ کرتے کرتے پیدل چل پڑے اور دستی بیعت کی۔

کئی سعید روحیں ہیں جو خوف کی وجہ سے چپ ہیں۔ آج بھی اگر یہ پاکستان میں اس قانون کو ہٹا دیں اور احمدیوں کو آزادی سے تبلیغ کرنے دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت میں داخل ہو جائیں گی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میری بیوی، بڑا بھائی اور اس کی بیوی قادیان گئے۔ ہم نے ایک مکان کرائے پر لیا ہوا تھا۔ رات کو ہم اس مکان میں رہتے تھے۔ دن کو ہماری مستورات اور بچے حضرت صاحب کے مکان میں رہتے تھے اور ہم مہمان خانہ میں۔ میرے بھائی کی لڑکی کی آنکھیں بچپن سے ہی بیمار رہتی تھیں۔ چونکہ وہ لڑکی حضرت صاحب کے پاس رہتی تھی۔ حضرت صاحب نے اپنے ایک خادم کے ساتھ اس لڑکی کو بھیجا اور فرمایا کہ مولوی صاحب کو جا کر کہو کہ کچھ اس لڑکی کی آنکھوں میں دوائی ڈال دیں (حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ حضرت خلیفہ اول) چنانچہ مولوی صاحب نے کچھ چیز ڈالی پھر عمر بھر اس لڑکی کی نظر خراب نہیں ہوئی۔

حضرت سید نذیر حسین شاہ صاحب آف گھٹیالیاں نے 1904ء میں بیعت کی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت اقدس سیالکوٹ تشریف لے گئے تو گھٹیالیاں میں چونکہ احمدیت کے متعلق ایک رَو پیدا ہو چکی تھی اس لئے یہاں کے سترہ اٹھارہ آدمی گئے تھے اور قریباً سب نے بیعت کرلی تھی۔ بیعت کا واقعہ یوں ہے کہ جس روز حضرت اقدس نے سیالکوٹ جانا تھا ہم اس سے ایک روز پہلے گئے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب پانچ سات روز پہلے گئے ہوئے تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب غالباً ایک دن پہلے گئے تھے کیونکہ مَیں نے ان کو مسجد میں دیکھا تھا۔ ہم لوگ چوہدری محمد امین صاحب وکیل کے ڈیرہ پر اترے ہوئے تھے اور وہ سخت دہریہ تھا۔ مگر چونکہ ہمارے اسکے ساتھ تعلقات تھے، ہم اسکے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ وہ حضرت خلیفہ اوّل کے پاس اپنے اعتراضات لے کر گئے۔ جب واپس آئے تو چوہدری شاہ دین صاحب نے انہیں پوچھا کہ بتاؤ مولوی نورالدین صاحب سے مل آئے؟ (یہ دیکھیں کس طرح تبلیغ کیا کرتے تھے) انہوں نے کہا کہ مذہبی مناظرے کی شطرنج میں دوسرا چالا یہ شخص چلنے ہی نہیں دیتا۔ (حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بارہ میں کہا کہ جب مَیں کوئی بات کرتا ہوں یہ دوسری چال مجھے چلنے ہی نہیں دیتا۔ بالکل بند کر دیتا ہے) نیز کہا کہ آج مجھے خدا پر ایمان ہوگیا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وجہ سے خدا پر ایمان ہوگیا تھا۔ چونکہ اسی روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد آمد تھی۔ اس لئے عصر کے وقت ہی تمام شہر کے معززین اور مضافات کے لوگ جوق در جوق سٹیشن پر جانے لگے۔ ہم بھی پہنچ گئے۔ حضور کی گاڑی شام کے وقت سٹیشن پر پہنچی۔ اور جس ڈبے میں حضور تھے اسے کاٹ کر راجیکی سرائے کے پاس لے جایا گیا۔ حضور ایک فٹن پر سوار ہوئے۔ لوگ دورویہ قطاروں میں الگ کھڑے تھے اور پولیس گشت کر رہی تھی۔ حضرت صاحب کے ساتھ ایک شخص لیمپ لے کر کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ یہ مرزا صاحب ہیں۔ بعد میں وہ شخص مجھے ملا اور چونکہ احمدی ہونے کی وجہ سے اس سے واقفیت ہوگئی، وہ حکیم عطا محمد صاحب تھے۔ کہتے ہیں کہ وہاں مولوی عبدالکریم صاحب نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ مَیں بالکل حضرت صاحب کے پاس کھڑا تھا اور حضور ہی کی طرف میری توجہ تھی۔ جمعہ کے بعد حضور کیلئے کرسی بچھائی گئی۔ حضور تشریف فرما ہوئے اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی۔ جس وقت حضور سورۃ فاتحہ پڑھ رہے تھے مَیں نے دل میں خیال کیا کہ یہ بالکل بھولی بھالی شکل کا انسان ہے۔ یہ تقریریں ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ان کی ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ مگر جب حضور نے تقریر فرمائی تو میرا شک رفع ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اس تقریر میں حضور نے فرمایا کہ لوگ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ وہ ربّ العالمین ہے، مالکِ یوم الدین ہے، اور چاہتے ہیں کہ گمراہی کے ازالہ کا اللہ کوئی علاج کرے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے علاج کا سامان کیا ہے تو لوگ منکر ہو رہے ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ ظالم ہے کہ ایک تو اُمّت گمراہ ہو رہی ہو اور دوسرے ان میں ایک دجال کو بھیج کر انہیں اور گمراہ کرے؟ یہ سوچتے نہیں۔ اس تقریب کا لوگوں پر اس قدر اثر ہوا کہ بے شمار مخلوق نے بیعت کی۔ مجھے چوہدری اللہ دتہ صاحب نے کہا کہ بیعت کرو کیا دیکھتے ہو؟ ان کی تحریک سے مَیں نے دستی بیعت کرلی۔ اس سے پہلے مَیں حضرت اقدس کی ہر مجمع میں تائید کیا کرتا تھا مگر ابھی تک بیعت نہیں کی تھی۔ ہاں ایک بات یاد آئی۔ جب حضرت صاحب فٹن پر سوار ہوئے تو ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا اس نے کہا یہ منہ جھوٹے کا نہیں۔ میرے منہ سے حضرت صاحب کو دیکھ کر بے اختیار یہ کلمہ نکلا کہ اس نے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہوگا۔ حضرت صاحب کی نظر اس وقت بھی نیچی تھی۔ (نظریں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اتنی نظریں نیچی رکھتے ہیں کبھی آسمان نہیں دیکھا ہوگا)

ایک دفعہ حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضور! مکان کے نیچے خلقت بے شمار جمع ہے۔ حضور کو دیکھنا چاہتی ہے۔ حضور نے کھڑکی میں سے چہرہ مبارک باہر نکالا۔ مخلوق اس قدر ٹوٹی پڑی کہ قریب تھا کہ کئی لوگ دَب کر مر جائیں۔ اس پر حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضور چہرہ مبارک اندر کرلیں ورنہ کوئی حادثہ ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور نے چہرہ اندر کرلیا۔

چوہدری حاکم دین صاحب میانوالی خانہ والی کی 1902ء کی بیعت ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میرا بھائی احمدی تھا اور مولوی تھا۔ ہم حیران ہوتے تھے کہ اس کو کیا ہوگیا۔ پہلے موحّد بنا اب احمدی ہوگیا۔ ہمیں اس سے بڑی نفرت ہوگئی۔ وہ ہمیں سمجھاتا رہا۔ قلعہ صوبہ سنگھ سے مولوی فضل کریم صاحب بھی سمجھانے کیلئے آتے مگر ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ پھر ایک مناظرہ ہوا۔ احمدیوں کی طرف سے رحیم بخش عرضی نویس پتھو کے کا تھا اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی شاہ محمد آف قلعہ میاں سنگھ تھا۔ غیر احمدی مولوی صرف رفع الی اللہ ہی کو پیش کرتا تھا مگر احمدی قرآنِ کریم کی کئی آیتیں پڑھ کر استدلال کرتا تھا۔ اس وقت ہمیں سمجھ آئی کہ یہ لوگ بھی مسلمان ہیں۔ اس سے پہلے ہم احمدیوں کو عیسائیوں کی طرح سمجھتے تھے۔ وہاں ہی مَیں نے احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ راستے میں سوچا پھر بھائی کے ساتھ قادیان گیا۔ (یہ مولویوں کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے جیسا کہ مَیں نے کہا، ہمیشہ ہر وقت چلتا رہتا ہے۔ اب دیکھیں کہ انہوں نے تحقیق کا کیا ذریعہ ڈھونڈا۔ جستجو ہو، نیک فطرت ہو تو آدمی ہر ذریعہ تلاش کرتا ہے۔ انہوں نے یہ کیا۔ کہتے ہیں کہ مَیں تحقیق کرنے کیلئے) پہلے اُس شخص کے پاس گیا جو چُوڑھوں کا بادشاہ کہلاتا ہے (یعنی جو کام کرنے والے ہیں، خاکروب ہیں) وہ خود تو موجود نہ تھا اس کا بالکہ ملا جو بوڑھا ہو چکا تھا (یعنی اس کا نائب) اس سے مَیں نے پوچھا کہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے بارہ میں آپ کو کوئی واقفیت ہے؟ اس نے کہا کہ پہلے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر تھا۔ بڑی عبادت کیا کرتا تھا۔ مگر اب اسے غلطی لگ گئی ہے۔ پھر ایک اور فقیر سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ مَیں نے کہا کیوں؟ کہنے لگا مجھ پر مرزا صاحب کے رشتہ داروں نے دعویٰ کیا تھا کہ جہاں یہ رہتا ہے یہ مکان اس کا نہیں ہے۔ مَیں نے مرزا صاحب کو ہی صفائی میں طلب کرلیا۔ مرزا صاحب نے عدالت میں کہہ دیا کہ یہ غریب فقیر ہے۔ مکان اس کے پاس ہی رہے تو کیا حرج ہے؟۔ اس پر مکان مجھے مل گیا۔ مرزا صاحب کے رشتے دار اُن پر بڑے خفا ہوئے۔ کہتے ہیں، اس پر مَیں نے اس فقیر سے کہا کہ پھر بھی تجھ پر مرزا صاحب کی سچائی نہیں کھلتی؟ کہنے لگا بات یہ ہے کہ یہ جو شرطیں لگاتا ہے ان پر چلنا مشکل ہے۔ (شرائط بیعت بڑی مشکل ہیں) کہتے ہیں کہ ان دونوں فقیروں کی باتوں سے مَیں نے اندازہ لگایا کہ جو شخص پہلے نورٌ علی نور تھا اب وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اس پر مَیں نے بیعت کر لی اور پھر کئی دفعہ حضور کی زندگی میں قادیان گیا اور سیالکوٹ لیکچر کے موقع پر بھی گیا۔

چوہدری عبداللہ خان صاحبؓ داتہ زیدکا، ان کی بیعت 1902ء کی ہے یہ لکھتے ہیں کہ 1902ء میں یہاں گرمی کے موسم میں دو مولوی آئے۔ ایک فضل کریم صاحب مرحوم قلعہ صوبہ سنگھ کے، اور دوسرے عبدالحیٔ۔

مؤخر الذکر نے حضرت صاحب کے خلاف ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ یہ کفر کی حالت میں ہی مرا ہے۔ مگر مولوی فضل کریم صاحب میرے ساتھ ایمان لائے تھے۔ یہ دونوں مولوی صاحب ایک رات میرے پاس ٹھہرے۔ مَیں نے حضرت صاحب کے متعلق ان سے دریافت کیا۔ پہلے مولوی فضل کریم صاحب بولے اور کہا کہ وہ کافر ہیں۔ مَیں نے کہا کہ تحقیقات کے بغیر کافر کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ پھر مولوی عبدالحیٔ صاحب بولے اچھا دوکاندار تو ضرور ہیں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہا کہ وہ دوکاندار تو ضرور ہیں) مَیں نے کہا کہ اگر دوکاندار ہوتے تو وہ چیز پیش کرتے جسے ہر شخص خوشی سے لیتا ہے۔ ایسا مہنگا سودا پیش نہ کرتے جسے کوئی لیتا ہی نہیں ہے بلکہ الٹی مخالفت ہو رہی ہے۔ (ہر ایک کو اپنی اپنی دلیل سوجھتی ہے اور یہ بھی بڑی اچھی دلیل ہے) تو اس واقعہ کے بعد میرے دل میں بہت تحریک ہوئی اور مَیں تحقیقات کرتا رہا۔ جنوری یا فروری 1903ء میں مولوی فضل کریم صاحب یہاں تشریف لائے۔ مَیں نے ان کو علیحدگی میں حضرت صاحب کی

بابت پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس طرح وہابی لوگوں کو لوگ ناپسند کرتے تھے مگر وہ سچے نکلے۔ ایسے ہی گو آج کل مرزا صاحب کی مخالفت کی جا رہی ہے مگر آخر یہ سچے ہی نکلیں گے۔ اس پر مَیں نے کہا کہ پھر آپ بیعت کیوں نہیں کر لیتے۔ انہوں نے کہا کہ مخالفت بہت ہوگئی ہے۔ مَیں نے کہا مَیں زمیندار ہوں۔ اپنی روزی کما کر کھاتا ہوں اور آپ حکیم ہیں۔ اس لئے آج ہی ہمیں بیعت کا خط لکھنا چاہئے۔ چنانچہ ہم نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ جمعہ کا دن تھا مَیں نے یہاں اعلان کر دیا کہ مَیں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر لی ہے اور مولوی صاحب نے قلعہ میں اعلان کر دیا۔ پھر مخالفت ہوتی رہی۔

حضرت محمد شاہ صاحبؓ ابن عبداللہ شاہ صاحب آف لدھیانہ لکھتے ہیں کہ میرا پہلے یہ خیال تھا کہ جو سیّد ہیں ان کو کسی دوسرے کی بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا مقام اس سے گرتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ کچھ مدت تک اسی خیال میں پختہ رہا۔ لیکن جب بھی کسی مجلس میں حضرت مرزا صاحب کا ذکر ہوتا۔ اگر تعریفی رنگ میں ہوتا تو دلچسپی سے سنتا اور جس مجلس میں مخالفت ہوتی اس مجلس میں بیٹھنا ناگوار گزرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے لیکن جو سیّد کا ایک ٹائٹل لگا ہوا تھا، اس کی وجہ سے اَنا زیادہ بڑھ گئی تھی۔ کہتے ہیں اس مجلس میں نہ بیٹھتا، اٹھ کر چلا جاتا۔ آخر ایک روز کسی کے منہ سے بے پیر اور بے مرشد سن کر جو کہ کسی اور کو کہہ رہا تھا، خیال آیا کہ بے پیر اور بے مرشد تو ایک گالی ہے اور مَیں خود بھی بے پیر اور بے مرشد ہوں۔ (سید تو ہوں لیکن میرا کوئی پیر نہیں، اور مجھے کوئی پیر ماننے کو تیار نہیں ہے) کیا سید مستثنیٰ ہیں؟ (آج کل بھی بعض سیّدوں کا یہی حال ہے) خود ہی بعض گدی نشینوں کا خیال آ کر کہ بعض بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں اور سیّد تھے۔ انہوں نے بھی بعض غیر سید بزرگوں کی بیعت کر کے فیض حاصل کیا تھا۔ تو بہر حال کہتے ہیں ہمیں بھی اپنی جگہ فکر رہنے لگا لیکن کم علمی اور جہالت کی وجہ سے کسی سے دریافت تو نہ کیا۔ لیکن ایک مقصد دل میں رکھ کر بعض اچھے آدمیوں سے اپنے مقصد کے پورا ہو جانے کے واسطے کچھ وِرد پوچھنے اور کرنے شروع کر دیئے۔ (دعائیں بھی شروع کیں، کچھ وِرد کرنے شروع کر دیئے) اور مقصد یہی تھا کہ مرشدِ کامل اور سید مل جاوے۔ چنانچہ کافی عرصے تک چِلّوں اور وِردوں کی دھن لگی رہی اور کرتا رہا۔ قبرستانوں میں، دریاؤں میں، کنوؤں پر اور پہاڑوں میں، بزرگوں کے مزاروں پر، غرضیکہ راتوں کو بھی خفیہ جگہوں پر جا جا کر چالیس چالیس دن چلّے کئے۔ (یعنی کہ ایک شوق تھا، لگن تھی کہ بہر حال کسی پیر و مرشد کو مَیں نے تلاش کرنا ہے) کچھ نہ بنا۔ آخر ایک روز مایوس ہو کر لیٹ گیا اور سو گیا۔ نیند میں ایک بزرگ کو دیکھا اس نے تسلی دی کہ بیٹا تمہیں جو مرشد ملے گا وہ سب کا مرشد ہوگا۔ اس کے ہوتے ہوئے سب پیر اور مرشد مات ہو جائیں گے۔ یہ نظارہ دیکھ کر دل کو تسلی ہوگئی اور یقین ہو گیا کہ مرشدِ کامل انشاء اللہ مل جاوے گا۔ آخر شروع 1905ء میں ایک رات مَیں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے جو کہ بالکل صاف اور پاکیزہ کیا گیا ہے جیسے ایک بہت بڑا جلسہ گاہ ہو۔ نہایت صاف اور اس میں ایک سٹیج اونچی اور بادشاہوں کے لائق جس کی تعریف میرے جیسے کم علم سے نہیں ہوسکتی، تیار ہے۔ مجھ کو یہ شخص کہہ رہا ہے کہ یہاں آج کل نبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اجتماع ہے۔ اور رسولِ کریم یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آج اپنے پیارے بیٹے کو تخت پر بٹھانے آئیں گے۔ تو مَیں خوشی میں اچھلتا ہوا اور نہایت تیزی سے دوڑتا ہوا اس میدان میں سٹیج کے عین قریب سب سے پہلے ہانپتا ہوا اور سانس پھولا ہوا پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میدان کھچا کھچ نورانی شکل کے پاک لوگوں سے بھر گیا کہ معاً سب کی نظریں اوپر کی طرف کو دیکھنے لگیں۔ مَیں نے بھی اوپر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہوائی جہازوں کی طرح جھولے نہایت نفیس بنے ہوئے ہیں اور ان میں کسی میں ایک مرد ایک عورت یا دو عورتیں اور کسی میں فقط عورتیں یا فقط مرد آسمان سے نہایت آرام سے اترتے ہیں۔ مجھے خود بخود معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ فلاں نبی ہے اور یہ فلاں نبی ہے اور بہت سی امہات المؤمنین بھی مثلاً مائی صاحبہ حوّا، مائی صاحبہ ہاجرہ، مریم اور بی بی فاطمہ و خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن سب تشریف لے آئیں۔ اور جب سب نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام اور امہات المؤمنین آ کر اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور اسی طرح انتظار ہونے لگا کہ جیسے جمعہ کے روز قادیان شریف مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا انتظار لوگ کرتے ہیں۔ (اُس زمانے کی بات ہے) اور بعض دفعہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگتے ہیں کہ باپ بیٹا آتے ہی ہوں گے۔ کافی دیر کے بعد ایک جھولا اترا جو کہ سب جھولوں سے زیادہ سجا ہوا تھا۔ اس میں جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اتر کر سٹیج پر جو دو کرسیاں ساتھ ساتھ پڑی تھیں تشریف فرما ہوئے۔ پہلے مجھ کو رسولِ کریم ﷺ نے پھر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے السلام علیکم کہا۔ اور پہلے افتتاحی تقریر رسولِ کریم ﷺ نے کی اور فرمایا کہ مَیں اپنے بیٹے کو آپ سب نبیوں کے سامنے جس کے متعلق پہلے سے آپ لوگوں کو خبریں دی جا چکی ہیں، تخت پر بٹھاتا ہوں۔ پھر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریر فرمائی۔ اس وقت مجھے سیّد کی حقیقت معلوم ہوئی اور حضرت صاحب کو دیکھا کہ وہ وہی لدھیانہ کے سٹیشن والے ہی مرزا صاحب تھے۔ دوسرے روز سب سے پہلے بیعت کا خط لکھ دیا۔

ہزاروں ہزار برکتیں نازل ہوں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور ان کی اولاد پر۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی جنہوں نے 1897ء میں بیعت کی تھی اور 1899ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مَیں نے ایک عربی قصیدہ سنایا۔ مسجد مبارک میں مغرب کی نماز کے بعد چھت پر مَیں قصیدہ سنانے لگا۔ جب مَیں نے وہ شعر پڑھا جس میں مَیں نے اسلام کے علماء جو سلسلہ احمدیہ کے مخالف اور دشمن تھے، ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ کیا تم اپنی حماقت سے اپنے دجال کی تائید کرتے ہو؟ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے ذریعہ جو زندوں کا تو نہیں البتہ مردوں کا سردار ہے۔ حضرت صاحب نے جب یہ شعر سنا تو آپ نے اس شعر کو بہت ہی پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ شعر بہت ہی اچھا ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں آنحضرت ﷺ کے مقام کو اونچا کرنے کے بارے میں عجیب تڑپ تھی۔ کوئی بات سنتے تھے تو اس پر انتہائی پسندیدگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے) اور کہتے ہیں کہ کہا اس کو دوبارہ پڑھو اور بار بار سناؤ۔ چنانچہ خاکسار نے اس شعر کو پھر دہرا کر پڑھا۔ اسکے بعد یہ شعر مجھے اب تک یاد ہی رہتا ہے اور جب مَیں اسے پڑھتا ہوں تو وہ سماں اور منظر حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس کا میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اور روح کو مسرت بھی ہوتی ہے اور اس پیارے مسیح کی فرقت کے باعث طبیعت ایک حزن و غم اور حسرت بھی محسوس کرتی ہے۔ سو یہ شعر بھی میرے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگاروں میں سے بطور ایک یادگار کے ہے۔

پھر حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب ابن مکرم شیخ بابو جمال الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ ''میرے والد صاحب نے 1898ء کے قریب حضرت اقدسؑ کی بیعت کی تھی۔ وہ دیملی میں سٹیشن ماسٹر تھے۔ جہلم کے پاس ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک شخص نے حضرت اقدسؑ کا ذکر کیا۔ انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ قادیان جا کر اس شخص کو ضرور دیکھنا ہے۔ چنانچہ وہ رخصت لے کر گوجرانوالہ آئے اور یہاں سے قادیان گئے۔ بغیر کسی دلیل کے حضرت اقدسؑ کا چہرہ دیکھ کر ہی وہ ایمان لے آئے۔''

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں

حضرت میاں ابراہیم صاحبؓ ابن مکرم محمد بخش صاحب روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے سب سے پہلے حضرت اقدس کو اس وقت دیکھا جبکہ حضور جہلم تشریف لے جا رہے تھے، واپسی پر بھی دیکھا تھا۔ پھر لاہور 1904ء میں، پھر 1905ء میں قادیان گیا۔ قادیان جانے سے پہلے مجھے ایک خواب آئی تھی جس کا مفہوم یہ تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ والد صاحب گھر سے باہر گئے ہوئے ہیں اور گھر میں صرف مَیں اور میری چھوٹی ہمشیرہ ہیں۔ دیکھا کہ دو آدمی دروازے پر آئے، دستک دی اور آواز دی۔ مَیں نے باہر نکل کر دروازہ کھولا۔ وہ دونوں میری درخواست پر اندر تشریف لے آئے۔ مَیں نے دیکھا کہ ہمارے گھر کے صحن میں ایک دری اور تین کرسیاں بچھی ہوئی ہیں سامنے ایک میز بھی پڑی ہے۔ مَیں نے ان کو کرسیوں پر بٹھا دیا اور چھوٹی ہمشیرہ کو کہا کہ ان کیلئے چائے تیار کرو۔ وہ کوٹھے پر ایندھن لینے کیلئے گئی۔ (اس زمانے میں لکڑیاں اوپر رکھی ہوں گی) ابھی وہ سیڑھیوں پر ہی تھیں کہ ایک سیاہ رنگ کا اچھے قد و قامت کا سانڈ اندر آ گیا۔ (بڑا سارا بیل) اور ان آدمیوں کو دیکھ کر فوراً واپس ہو گیا۔ اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ مَیں نے شور ڈال دیا کہ میری ہمشیرہ کو مار دے گا۔ شور سن کر پہلے سیاہ داڑھی والے مہمان اٹھنے لگتے ہیں مگر سرخ داڑھی والے نے کہا کہ چونکہ یہ کام آپ نے میرے سپرد کیا ہوا ہے اس لئے یہ میرا کام ہے۔ چنانچہ وہ گئے۔ مَیں بھی پیچھے ہو لیا۔ ہمشیرہ دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ اور اسے کچھ خراش لگی ہیں۔ مگر زخم نہیں لگا۔ ہم اوپر چلے گئے۔ سانڈھ ہماری مغربی دیوار پر انجن کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اور دیوار پر آگے پیچھے چلنے لگا۔ کہتے ہیں جب دیوار کے آخری کونے پر پہنچا تو اس پر مہمان نے سوٹا مارا اور پیچھے کی طرف گِر کر چُور چُور ہو گیا۔ ہم واپس آ گئے اور وہ مہمان پھر کرسی پر بیٹھ گئے اور چائے پی۔ مجھے بھی انہوں نے پلائی۔ چائے پینے کے بعد کچھ دیر وہ بیٹھے رہے۔ باتیں کرتے رہے پھر کہنے لگے، برخوردار! ہمیں دیر ہوگئی ہے۔ اجازت دو تا کہ ہم جائیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ آپ مجھے بتائیں تو سہی کہ آپ کون ہیں تا مَیں اپنے والد صاحب کو بتا سکوں۔ میری اس عرض پر وہ دونوں خفیف سے مسکرائے۔ کالی داڑھی والے نے کہا کہ میرا نام محمدؐ ہے اور ان کا نام احمدؑ ہے۔ مَیں نے یہ سن کر نبی کریم ﷺ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ پھر مجھے کچھ بتائیں۔ انہوں نے عربی زبان میں ایک کلمہ کہا جو مجھے یاد نہیں مگر اس کا مفہوم جو اُس وقت میرے ذہن میں تھا وہ یہ تھا کہ تیری زندگی کے تھوڑے دن بہت آرام سے گزریں گے۔ پھر مَیں نے مصافحہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے باپ کو میرا السلام علیکم کہہ دینا۔ وہ باہر نکل گئے۔ مَیں نے ان کو رخصت کیا۔ ان کے جانے کے بعد خواب میں ہی میرے والد صاحب آ گئے۔ مَیں نے سارا واقعہ سنایا۔ وہ فوراً باہر گئے۔ اتنے میں میری نیند کھل گئی جس کا باعث یہ ہوا کہ میرے باپ نے مجھے آواز دی کہ اٹھ کر نماز پڑھو۔ کہتے ہیں، مَیں نے اپنے والد صاحب کو یہ خواب سنائی۔ اس دن جمعہ تھا۔ جمعہ کے وقت مَیں نے منشی احمد دین صاحب اپیل نویس کو یہ خواب سنائی انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں خود لکھ کر یا مجھ سے لکھوا کر بھیج دی اور چند روز بعد کہا کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ جلسے پر اس لڑکے کو ساتھ

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

مالک ارض و سماء اس سر کی قدر کرتا ہے جو زمین کی طرف جھکتا ہے۔
عاجزی کے مقابلے پہ فخر، غرور اور تکبّر ہی ہے یعنی اس کا الٹ......
اگر غور کریں تو تکبّر ہی آہستہ آہستہ شرک کی طرف بھی لے کر جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 / جنوری 2004ء)

طالبِ دعا : افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے
تو اسکے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے
جس شخص میں یہ خلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 / جنوری 2004ء)

طالبِ دعا : عبدالرحمن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اُڈیشہ)

آپ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا میں موجود تمام لوگوں کو حق کی طرف لانے کیلئے بھرپور کوشش کریں

اسلام کی سچی اور پرامن تعلیمات کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا آپ کا مشن ہے، اس عہد کو ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھیں اور ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہیں

اسی طرح آپ کو احباب جماعت کی تعلیم و تربیت میں بھی مکمل طور پر مشغول رہنا چاہئے، ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنے روحانی اور اخلاقی معیاروں کو بلند کریں

میں امید کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ یہ فارغ التحصیل ہونے والی کلاس اور اس کے بعد آنے والی تمام کلاسیں ایک بہترین نمونہ قائم کریں گی

جامعہ احمدیہ برکینا فاسو سے فارغ التحصیل ہونے والی پہلی کلاس کی تقریب تقسیم انعامات منعقدہ 29 نومبر 2020 کے موقع پر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هو النّاصر

اسلام آباد، یو.کے

15-11-2020

میرے پیارے فارغ التحصیل (طلباء) جامعہ احمدیہ برکینا فاسو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے بہت خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ لوگوں کو جامعہ احمدیہ برکینا فاسو سے فارغ التحصیل ہونے والی پہلی کلاس ہونے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ یقیناً یہ آپ کیلئے قابل فخر بات ہے لیکن آپ کو یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ اب آپ کے ذمہ یہ زائد ذمہ داری بھی ہے کہ آپ کو مستقبل میں اس ادارے سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کیلئے جو کہ آپ کے بعد آنے والے ہیں ایک نمونہ بننا ہے۔

آپ لوگوں کو یہ خاص اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ اس جامعہ سے فارغ التحصیل ہو رہے ہیں جو خصوصاً فرنچ بولنے والی اقوام کیلئے بنا ہے۔ یہ بات نہ صرف فرنچ زبان بولنے والے ممالک کے افراد جماعت کیلئے بلکہ عالم احمدیت کے ہر فرد کیلئے باعث فخر ہوگی۔

آپ سب نے خود اپنی مرضی سے خلافت حقہ کے معاون و مددگار بننے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد خدا تعالیٰ کے وعدہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق دنیا میں حقیقی اسلام کے احیاء کیلئے قائم ہوئی ہے، اس لیے آج سے آپ کی زندگیوں میں ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنے دین کی خدمت کریں اور اس لیے اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا میں موجود تمام لوگوں کو حق کی طرف لانے کیلئے بھرپور کوشش کریں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ نے اپنی زندگیاں خدا کیلئے وقف کی ہیں اور اسلام کی سچی اور پرامن تعلیمات کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا آپ کا مشن ہے۔ اس عہد کو ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھیں اور ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہیں کہ کیا میں اس اہم کام کو سرانجام دے رہا ہوں؟

آپ سب نے اپنی ساری زندگی اسلام کی حقیقی اور پرامن تعلیمات کے پھیلانے کیلئے وقف کرنے کا جو عہد کیا ہے یہ کوئی معمولی عہد نہیں ہے۔ گزشتہ چار سال قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اب آپ کو عہد نبھانے کی اہمیت کے متعلق بخوبی علم ہے۔ اس لیے یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور آپ سے اس عہد وقف زندگی کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

ذاتی طور پر آپ سب کو علم سیکھنے اور اپنے علم کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ حصول علم کا کام تمام زندگی جاری رہنا چاہیے۔ اسی طرح آپ کو احباب جماعت کی تعلیم و تربیت میں بھی مکمل طور پر مشغول رہنا چاہیے۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنے روحانی اور اخلاقی معیاروں کو بلند کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے خوبصورت پیغام کو تمام لوگوں تک پہنچائیں۔

اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے ایک مضبوط اور ہمیشہ قائم رہنے والا تعلق پیدا کریں۔ اگر آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ذاتی تعلق قائم نہیں کریں گے تو نہ ہی آپ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو نبھا سکیں گے اور نہ ہی آپ دوسروں کو خدا کے قریب لانے والے فرض کو ادا کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

آپ کو قرآن کریم کے گہرے مضامین پر غور و خوض کرنا چاہئے اور اس کی تفسیر باقاعدگی سے پڑھنی چاہیے۔ آپ روزانہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ جاری رکھیں جو کہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر ہے۔ اگر آپ کے پاس قرآن کا حقیقی علم ہوگا تو ہی آپ اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے کے قابل ہو سکیں گے۔ آپ کو اسلام کی محبت، رحم دلی اور ہمدردی سے بھرپور تعلیمات کو پُراعتماد ہو کر عقلی دلائل کے ساتھ پیش کرنے کے قابل ہونا چاہئے۔

بطور مبلغین آپ خلیفۃ المسیح کے نمائندہ ہیں اس لیے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ خلیفہ کی آواز کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ آپ اس پیغام کو کامیابی کے ساتھ صرف اسی وقت آگے پہنچا سکیں گے کہ جب اولاً آپ خود غور سے سنیں کہ وہ کیا پیغام دے رہا ہے۔ اور پھر ان ہدایات کو اپنی زندگیوں میں لاگو کریں۔ صرف اسی صورت میں آپ خلیفہ کے حقیقی نمائندہ بننے کیلئے تیار ہو سکیں گے۔

الحمدللہ، گزشتہ چند سالوں کے وہ نوجوان مبلغین جن کو دنیا کے مختلف جامعات سے فارغ التحصیل ہونے کی خوش قسمتی حاصل ہوئی ہے میرے لیے اطمینان کا ایک بڑا ذریعہ ثابت ہوئے ہیں اور میرے معاون و مددگار کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان سب کو اس طرح کام کرتے دیکھنا میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ یہ فارغ التحصیل ہونے والی کلاس اور اس کے بعد آنے والی تمام کلاسیں ایک بہترین نمونہ قائم کریں گی اور اپنے سے پہلوں کے قائم کیے ہوئے معیاروں کو اونچا کرتی چلی جائیں گی۔ اللہ آپ سب کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔

والسلام خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 8 دسمبر 2020)

لے آؤ۔ اُن کی عمر چھوٹی تھی جب اللہ تعالیٰ نے خواب دکھائی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس لڑکے کو ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ جلسے پر مَیں گیا۔ جب ہم مسجد مبارک میں گئے تو دو تین بزرگ بیٹھے تھے۔ ہم نے ان سے مصافحہ کیا، اتنے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ تشریف لے آئے۔ ہم کھڑے ہو گئے۔ مصافحہ کیا۔ پھر حضور بیٹھ گئے۔ منشی احمد دین صاحب نے عرض کی کہ حضور! یہ وہ لڑکا ہے جسے خواب آئی تھی۔ حضور نے مجھے گود میں بٹھا لیا اور فرمایا کہ وہ خواب سناؤ۔ چنانچہ مَیں نے وہ خواب سنائی۔ پھر اندر سے کھانا آیا۔ حضور نے کھایا اور دوستوں نے بھی کھایا۔ اور جب حضرت اقدس کھانا کھا چکے تو تبرک ہمارے درمیان تقسیم کر دیا۔ ہم نے وہاں بیٹھے ہی کھایا۔ میرے والد صاحب نے عرض کی کہ مجھے کوئی تبرک عنایت فرمادیں۔"

اللہ تعالیٰ اس طرح بھی بچوں کو خوابیں دکھاتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی بعض چھوٹی عمر کے بچے خوابیں دیکھتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ ابن مکرم شیخ بابو جمال الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ "مَیں جب دسویں کلاس میں پڑھتا تھا تو حضرت اقدسؑ کے مکان کے اردگرد ہمارا پہرہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ہم پہرہ دے ہی رہے تھے کہ ہم نے حضرت اقدسؑ کی وفات کی خبر سنی۔ حضورؑ کے زمانہ میں جب ہم پہرہ دیتے تھے تو ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں ہوا کرتی تھیں۔"

میاں فیروز دین صاحبؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ جو نانبائی ہے یہ روٹیاں چُرا لیتا ہے۔ حضورؑ خاموش رہے۔ دوسرے دن پھر عرض کیا۔ حضورؑ خاموش رہے۔ تیسرے دن پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: میر صاحب یہ تو ایک روٹی کیلئے دو دفعہ دوزخ میں جاتا ہے۔ ایک دفعہ نکالنے کیلئے اور ایک دفعہ لگانے کیلئے، اس سے بڑھ کر مَیں اس کو کیا سزا دوں گا؟ اگر کوئی اور اس سے اچھا آپ کو ملتا ہے تو آپ لے آئیں۔

بہرحال یہ چند واقعات ہیں جو مَیں نے اُس میں سے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے بھی ہر ایک کو ایمان اور ایقان میں بڑھائے اور یہ لوگ جن کی روایات ہیں یقیناً ان کی نسلیں بھی یہ واقعات سن رہی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کچھ یہاں موجود بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص و وفا میں بھی برکت ڈالے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو اخلاص اور وفا میں بڑھاتا چلا جائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے وارث ہم بھی اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی بنتی چلی جائیں۔ اور جلد سے جلد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جو غلبہ اسلام کی مہم ہے اس کو بڑی شان سے کامیاب اور پورا ہوتے ہوئے دیکھیں۔

(خطاب کے آخر پر حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی۔ یہ روایات رجسٹر روایات (قلمی) نمبر 6 اور 10 سے لی گئی ہیں)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 18 مارچ 2011)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ (اربعین اطفال)

(دُنیا آخرت کی کھیتی ہے)

طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 30 اکتوبر 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے قرض کی ادائیگی کے لیے ان کی کس طرح مدد کی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرض خواہوں کو حضرت معاذؓ کی جائداد سے قرض ادا کروانے لگے تو قرض جائداد سے زیادہ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا خدا اُس پر رحم کرے گا۔ کچھ لوگوں نے اپنا قرض معاف کر دیا اور کچھ لوگ قرض کا مطالبہ کرتے رہے تو آپؐ نے ساری جائیداد کو ان لوگوں میں تقسیم کر دیا لیکن ابھی بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا۔ قرض خواہوں نے مزید تقاضا کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ ابھی اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے معاذ! تم پر قرض بہت ہے۔ اگر کوئی ہدیہ لائے تو اسے قبول کر لینا۔ مَیں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اہل کتاب کے متعلق کیا تلقین فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: نبی کریمؐ نے فرمایا جب تم ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ مقرر کیا ہے جو ان کے دولتمندوں سے لیا جائے گا اور ان کے محتاجوں کو لوٹا دیا جائے گا۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو خبردار ان کے عمدہ عمدہ مال صدقے میں نہ لینا بلکہ درمیانے درجے کا لینا۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا انتظام کن پانچ صحابہؓ کے سپرد فرمایا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا انتظام پانچ صحابہ حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ میں تقسیم فرمایا ہوا تھا۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے زکوٰۃ کی وصولی کی کیا شرح بیان فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے جب مجھے یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ ہر تیس گائے میں زکوٰۃ کے طور پر ایک سالہ گائے لینا اور ہر چالیس گائے پر دو سالہ اور ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر مَعَافِر (ایک یمنی کپڑا ہوتا ہے) وصول کرنا۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کی کس بات پر خوشنودی کا اظہار فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا، اللہ کے رسولؐ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اگر اللہ کے رسول کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اجتہاد سے اپنی رائے قائم کروں گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہوئی۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجتے وقت اہل یمن سے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب حضرت معاذؓ کو آنحضرتؐ نے یمن پر حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ اِنِّیْ بَعَثْتُ لَکُمْ خَیْرَ اَھْلِیْ کہ مَیں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو کن دس باتوں کی وصیت فرمائی تھی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت معاذؓ کو رسول اللہؐ نے دس باتوں کی وصیت کی۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا۔ دوسرے یہ کہ والدین کی نافرمانی نہ کرو۔ تیسری یہ کہ فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو۔ شراب نہ پیو۔ گناہ اور نافرمانی سے بچو۔ دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرو۔ اگر لوگ طاعون جیسی وبا کا شکار ہو جائیں اور تم ان کے درمیان ہو تو اپنی جگہ پر ہی رہو۔ اپنے اہل و عیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو۔ ان کی تادیب و تربیت میں کوتاہی نہ کرو۔ اور انہیں خدا کا خوف یاد دلاتے رہو۔

سوال: آنحضرتؐ نے حضرت معاذؓ کو ایک مشفق بھائی کی مانند کس بات کی نصیحت فرمائی تھی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: نبی کریمؐ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ مَیں تمہیں مشفق بھائی کی نصیحت جیسی نصیحت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ مریض کی عیادت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ بیواؤں اور ضعیفوں کی ضروریات پوری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ضرورت مندوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف فراہم کرنے اور حق بات کہنے اور اس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہارے آڑے نہ آئے۔

سوال: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے کس خواہش کا اظہار فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا: کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں۔ کسی نے کہا یہ مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اَور خواہش کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ اور حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔

سوال: حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب طاعون کی وبا پھیلی تو آپ نے کن اصحاب کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت آجائے تو میں ابوعبیدہ بن جراح کو اپنا خلیفہ نامزد کر دوں گا۔ اور اگر ابوعبیدہ بن جراحؓ وفات پا چکے ہوں تو معاذ بن جبلؓ خلیفہ ہوں گے۔

سوال: حضور انور نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عبداللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسلمہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام عَمرِو بن حَرَام اور والدہ کا نام رُبَاب بنتِ قَیس تھا۔ آپ ہجرتِ نبوی سے تقریباً چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ ایک مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد تھے۔ آپ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور رسول اللہؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

سوال: حضرت عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح ایمان لائے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم بیعت عقبہ کے لیے نکلے اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بھی تھے جو ہمارے سرداروں اور ہمارے شرفاء میں سے تھے۔ ہم نے ان سے اپنا معاملہ چھپایا ہوا تھا۔ ہم نے ان سے کہا اے ابوجابرؓ! آپ ہمارے سرداروں اور شرفاء میں سے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پس ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

سوال: حضور انور نے حضرت عبداللہؓ کی بہن کی آنحضورؐ سے محبت اور فدائیت کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: غزوۂ اُحد کے موقع پر مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ رسول اللہؐ شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ کی بہن اُحد کی طرف نکلی تو راستے میں اس نے اپنے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی کی نعشوں کو دیکھا۔ لیکن اس نے پوچھا کہ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضورؐ تمہارے سامنے ہیں وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ صحیح سلامت ہیں تو مجھے کسی کی موت کی کوئی پروا نہیں۔

سوال: حضرت عبداللہؓ نے جنگ احد پر جاتے وقت اپنے بیٹے جابرؓ کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور ان سے کہا اے میرے بیٹے! مَیں دیکھتا ہوں کہ مَیں اوّلین شہداء میں سے ہوں گا۔ میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور مَیں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے۔

☆......☆......☆

شرائط بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عمل پیرا ہونے کے بعد عظیم روحانی تبدیلیوں کا روح پرور بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 10 اکتوبر 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پانچویں شرط بیعت میں ہم سے کیا عہد لیا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: پانچویں شرط میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہ عہد لیا تھا کہ تم پر تنگی، ترشی، بلا، مصیبت، ذلت و رسوائی کے جیسے مرضی حالات ہو جائیں کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہیں کرنا۔ ہاں اس کے فضل مانگتے رہنا ہے لیکن یہ وعدہ کرتے ہوئے کہ اس کی رضا پر ہمیشہ راضی رہوں گا۔

سوال: حضور انور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا اللہ تعالیٰ سے صبر و رضا کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اگست 1905ء کو آپ کے صاحبزادے وفات پا گئے۔ آپؓ نے سنت نبوی کی متابعت میں پہلے بچے کو بوسہ دیا۔ آپ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور فرمایا: مَیں نے بچہ کا منہ اس واسطے نہیں کھولا تھا کہ مجھے کچھ گھبراہٹ تھی بلکہ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم جب فوت ہوا تھا تو آنحضرتؐ نے اس کا مونہہ چوما تھا اور آپ کے آنسو بہہ نکلے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدح کی اور فرمایا کہ جدائی تو تھوڑی دیر کے لئے بھی پسند نہیں ہوتی مگر ہم خدا کے فضلوں پر راضی ہیں۔ اسی سنت کو پورا کرنے کے واسطے مَیں نے بھی اس کا منہ کھولا اور چوما۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تعریف میں کیا شعر کہا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ: چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمت نورِ دیں بودے۔ ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے۔

کہ کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نورِ دین بن جائے مگر یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے جب ہر دل یقین کے نور سے پُر ہو۔

سوال: حضور انور نے حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ کے صبر و شکر کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک بھائی آٹھ نو سال کی عمر میں چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ والد صاحب تمام رات ان کی تیمارداری میں مصروف رہے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور دفن سے فارغ ہو کر عدالت کھلنے پر حسب دستور عدالت میں اپنے کام پر حاضر ہو گئے۔ آپ کے ہم پیشہ اصحاب میں سے کسی کو اطلاع نہ ہوئی کہ آپ اپنے ایک لختِ جگر کو سپرد خاک کر کے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے حاضر ہو گئے ہیں۔

سوال: حضور انور نے حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ ابتداء میں جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو حضور لیکچر دینے کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ گلی سے گزرتے ہوئے کسی نے ازراہ شرارت کوٹھے پر سے راکھ کی ٹوکری پھینک دی۔ حضور تو خدا کے فضل سے بچ گئے۔ ٹوکری کی راکھ برہان الدین صاحب کے سر پر پڑی۔ بس پھر کیا تھا بوڑھا آدمی، سفید ریش، لوگوں کے لئے تماشا بن گیا۔ چونکہ آپ کو

حضرت صاحب سے والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی۔ بس پھر کیا تھا اسی جگہ کھڑے ہو گئے اور ایک حالت وجد طاری ہو گئی اور نہایت بشاشت سے کہنا شروع کیا: ’’پا مائیے پا، پا مائیے پا‘‘۔ یعنی مائی یہاں ڈالو یہاں۔

سوال حضور انور نے حضرت ام المومنینؓ کے بے مثال صبر کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری لمحات کے وقت حضرت ام المومنینؓ نے بجائے دنیا دار عورتوں کی طرح رونے چیخنے اور بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنے کے صرف اللہ تعالیٰ کے حضور گر کے سجدہ میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعائیں مانگنے کا پاک نمونہ دکھایا۔ جب حضورؑ کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی تو حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اور بس خاموش ہو گئیں کسی قسم کا جزع فزع نہیں کیا۔ بعض مستورات نے رونا شروع کیا آپ نے ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا۔

سوال حضرت اماں جان نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر اپنے بچوں کو کیا نصیحت فرمائی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپ نے اپنے بچوں کو بھی یہی نصیحت کی کہ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا باپ تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ کر گیا بلکہ دعاؤں کا ایک بڑا عظیم خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں جو وقت پر تمہارے کام آتا رہے گا۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے لوگوں سے کیا چاہتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعود چاہتے تھے کہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے والا ہر شخص قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنے والا ہو اور کم از کم عمل کرنے کی کوشش کرنے والا ہو، اس کو ماننے والا ہو۔ اگر ایک حکم کو بھی نہیں مانتا تو فرمایا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے ماننے والے دنیا کی رسموں سے بالا ہو کر دنیا کے لالچوں اور فضول رسموں سے بچنے والے ہوں۔

سوال حضور انور نے احمدی خواتین کو رسم و رواج سے اجتناب کرنے کے لیے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عورتوں کو خیال رکھنا چاہئے۔ صرف اپنے علاقہ کی یا ملک کی رسموں کے پیچھے نہ چل پڑیں۔ بلکہ جہاں بھی ایسی رسمیں دیکھیں جن سے ہلکا سا بھی شائبہ شرک کا ہوتا ہو ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ کرے تمام احمدی خواتین اسی جذبہ کے ساتھ اپنی اور اپنی نسلوں کی تربیت کرنے والی ہوں۔

سوال حضور انور نے افراد جماعت کی حضرت مسیح موعودؑ سے محبت اور اطاعت کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ ۱۸۹۲ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔ حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔ کسی خادمہ نے گھر میں حقہ رکھا اور چلی گئی اسی دوران حقہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔ حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔ یہ خبر نیچے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقہ پیتے تھے تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔

سوال حضور انور نے مکرم مرزا غلام اللہ صاحب کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ نے مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ وہ خود حقہ پیتے تھے انہوں نے گھر آ کر اپنا حقہ توڑ دیا۔ اہلیہ نے پوچھا آج حقے پہ کیا ناراضگی آ گئی؟ فرمایا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور میں خود حقہ پیتا ہوں اس لئے پہلے اپنے حقہ کو توڑا ہے۔ چنانچہ آپ نے مرتے دم تک حقے کو ہاتھ نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔

سوال حضور انور نے سگریٹ نوشی کرنے والوں کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جو سگریٹ پینے والے ہیں ان کو کوشش کرنی چاہئے کہ سگریٹ چھوڑیں۔ سگریٹ کی کئی قسمیں نکل آئی ہیں جن میں نشہ آور چیزیں ملا کر پیا جاتا ہے۔ یہ نوجوانوں کی زندگی برباد کرنے کی طرف ایک قدم ہے جو دجال کا پھیلایا ہوا ہے اور بدقسمتی سے مسلمان ممالک بھی اس میں شامل ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ کوشش کریں کہ سگریٹ نوشی کو ترک کریں۔

سوال حضور انور نے حضرت منشی برکت علی خان صاحبؓ کی اطاعت و فرمانبرداری کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت منشی برکت علی خاں صاحب صحابی حضرت اقدس شملہ میں ملازم تھے۔ احمدی ہونے سے پہلے انہوں نے ایک لاٹری ڈالی ہوئی تھی وہ لاٹری نکلی تو ساڑھے سات ہزار کی رقم ان کے حصے میں آئی۔ انہوں نے حضور سے پوچھا تو حضور نے اسے جؤا قرار دیا اور فرمایا اپنی ذات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔ منشی صاحب نے وہ ساری رقم غرباء میں تقسیم کر دی۔

سوال حضور انور نے بشیر آرچرڈ صاحب کے قبول احمدیت کے بعد نمایاں تبدیلی کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: محترم بشیر آرچرڈ صاحب نے احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں اور اپنی زندگی وقف کی۔ 1944 میں احمدی ہوئے تھے اور قادیان میں کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا۔ عبادات الٰہی اور دعاؤں میں بے انتہا شغف پیدا ہو گیا۔ ان کے قادیان کے پہلے دورہ کا سب سے پہلا ثمرہ ترک شراب نوشی تھا۔ انہوں نے جوئے اور شراب نوشی سے توبہ کر لی اور ان دونوں چیزوں سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کشی اختیار کی۔

سوال حضور انور نے یورپ کے احمدی نوجوانوں کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اطاعت کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: چند سال پہلے بعض احمدی جرمنی وغیرہ میں اور دوسرے ملکوں میں بھی ایسے ہوٹلوں میں کام کرتے تھے جہاں شراب کا کاروبار ہوتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو بھی احمدی اس کاروبار میں ملوث ہیں ان کو فوری طور پر یہ کاروبار ترک کر دینا چاہئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی بھاری تعداد نے اس کاروبار کو ترک کر دیا۔ اور پھر انہوں نے اس گندے کاروبار میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔

سوال حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ نے اپنی اولاد کو کیا وصیت کی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک وصیت ہے جو حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ نے اپنی اولاد کو کی تھی کہ قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بناؤ اور اتباع سنت کی پیروی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور اشاعت اسلام میں ہمہ تن مصروف رہو اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی انہی امور کی پابندی کے لئے تیار رکھو۔ یہ نصیحت تو ہر احمدی کو ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہئے۔

☆......☆......☆

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10192: مَیں ادیبہ رفیع بنت مکرم رفیع احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 23 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ احمدیہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 1 / نومبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ایک گلے کی چین، ایک انگوٹھی، کانٹے ایک جوڑی ٹاپس ایک جوڑی (کل وزن 22.320 گرام 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/400 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: رفیع احمد — الامۃ: ادیبہ رفیع — گواہ: صالح احمد

مسل نمبر 10193: مَیں سید عبدالرفیع ولد مکرم سید وسیم الدین صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 59 سال تاریخ بیعت 1972، ساکن محلہ دارالانوار شمالی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 2 / نومبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ پلاٹ 10 مرلہ بمقام قادیان (سروے نمبر 354/539/10) آبائی جائداد زیر تصفیہ ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/9500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد انور احمد — العبد: سید عبدالرفیع — گواہ: طارق محمود

مسل نمبر 10194: مَیں شمائلہ طاہر زوجہ مکرم طاہر احمد ممتاز صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 27 سال تاریخ بیعت 2011، ساکن محلہ باب الابواب ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 2 / نومبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/51,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد ممتاز — الامۃ: شمائلہ طاہر — گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10195: مَیں طاہر احمد ممتاز ولد مکرم مستری ممتاز احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 41 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ باب الابواب ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 2 / نومبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/9000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد انور احمد — العبد: طاہر احمد ممتاز — گواہ: طارق محمود

مسل نمبر 10196: مَیں تابندہ سحر بنت مکرم ڈاکٹر عبدالماجد صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 22 سال تاریخ بیعت 2009، ساکن محلہ دارالفتوح ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 20 / اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ڈاکٹر عبدالماجد — الامۃ: تابندہ سحر — گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10197: مَیں بریرہ طاہر زوجہ مکرم شیخ طاہر الاختر صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 31 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ دارالانوار شمالی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 9 / نومبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/38,000 روپئے بذمہ خاوند، زیور طلائی: ایک سیٹ 31.120 گرام، دو انگوٹھی 4.980 گرام (23 کیریٹ)، ایک انگوٹھی 2.050 گرام، کان کے ٹوپس ایک جوڑی 2.400 گرام (22 کیریٹ)، زیور نقرئی: پازیب ایک جوڑی 145.740 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شیخ طاہر الاختر — الامۃ: بریرہ طاہر — گواہ: سید آفتاب احمد نیر

مسل نمبر 10198: مَیں شہباز احمد ولد مکرم کے اے زکریا صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 28 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ مسرور ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 8 / نومبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/8810 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔

میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: فصیح الدین شمس العبد: شہباز احمد گواہ: ایس نیر احمد

مسل نمبر 10199: مَیں سید عبد الواسع ولد مکرم سید عبد الرفیع صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 28 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ دار الانوار شمالی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 9/نومبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سید عبد الرفیع العبد: سید عبد الواسع گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10200: مَیں مسرت جہان زوجہ مکرم ڈاکٹر عبد الماجد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 51 سال تاریخ بیعت نومبر 2013، ساکن محلہ دار الفتوح ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/10,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: ڈاکٹر عبد الماجد الامۃ: مسرت جہاں گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10201: مَیں نبیلہ ماجد بنت مکرم ڈاکٹر عبد الماجد صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 26 سال تاریخ بیعت اگست 2008، ساکن محلہ دار الفتوح ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ڈاکٹر عبد الماجد الامۃ: نبیلہ ماجد گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10202: مَیں عدیلہ ماجد بنت مکرم ڈاکٹر عبد الماجد صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 24 سال تاریخ بیعت اگست 2008، ساکن محلہ دار الفتوح ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 19/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ڈاکٹر عبد الماجد الامۃ: عدیلہ ماجد گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10203: مَیں Ramla K.N زوجہ مکرم عبد السلام .کے .این صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 55 سال تاریخ بیعت 1991، ساکن نیلّی کاوِل ہاؤس ڈاکخانہ کوڈیاتھور ضلع کالیکٹ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 28/اکتوبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین مشترکہ 13.50 سینٹ، حق مہر بصورت زیور طلائی 4 گرام 22 کیریٹ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: عبد السلام .این .کے الامۃ: Ramla K.N گواہ: ہدایت اللہ خان

مسل نمبر 10204: مَیں عبد السلام .این .کے ولد مکرم چکّو محمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ٹیلرنگ عمر 60 سال تاریخ بیعت 1996، ساکن نیلّی کاوِل ہاؤس ڈاکخانہ کوڈیاتھور ضلع کالیکٹ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 28/اکتوبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین مشترکہ 13.50 سینٹ، ذاتی زمین 8.75 سینٹ مع زیر تعمیر مکان۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: ہدایت اللہ خان العبد: عبد السلام .این .کے گواہ: Ramla K.N

مسل نمبر 10205: مَیں Hanan Ashraf بنت مکرم اشرف .کے .پی صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 21 سال پیدائشی احمدی، ساکن زبیر وِلا ڈاکخانہ چانداکاڈو ضلع کوزیکوڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 18/اکتوبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 52 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شریف احمد .بی .جی الامۃ: Hanan Ashraf گواہ: ٹی جمشاد

مسل نمبر 10206: مَیں سیدہ افشاں زوجہ مکرم حسام احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 27 سال پیدائشی احمدی، ساکن ضلع کالیکٹ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 26/جولائی 2019 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 4 چین اور نیکلیس 58.4 گرام، 3 جوڑی بالیاں 6 گرام، 7 انگوٹھیاں 12.85 گرام

بقیہ نبیوں کا سردارؐ از صفحہ نمبر 8

اُنہوں نے اس وقت تک کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی تھی، یعنی کسی حملہ میں خود ابتداء نہیں کی تھی جس سے یہ سمجھا جائے کہ اب وہ اپنے آپ کو کفّار کے اثر سے آزاد سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کی طرف سے صلح کی پیشکش کے صرف یہ معنی ہو سکتے تھے کہ وہ اب دفاع سے تنگ آ گئے ہیں اور کچھ دے دلا کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ان حالات میں اگر مسلمان صلح کی پیشکش کرتے تو اِس کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا اور یہ امر اُن کی ہستی کے مٹا دینے کے مترادف ہوتا۔ اپنی جارحانہ کارروائیوں میں ناکامی کی وجہ سے کفّارِ عرب میں جو بے دلی پیدا ہو گئی تھی اس صلح کی پیشکش سے وہ فوراً ہی نئی اُمنگوں اور نئی آرزوؤں میں بدل جاتی اور یہ سمجھا جاتا کہ مسلمان باوجود مدینہ کو تباہی سے بچا لینے کے آخری کامیابی سے مایوس ہو چکے تھے۔ پس صلح کی تحریک مسلمانوں کی طرف سے کسی صورت میں بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ اگر کوئی صلح کی تحریک کر سکتا تھا تو یا مکہ والے کر سکتے تھے یا کوئی تیسری ثالث قوم کر سکتی تھی۔ مگر عرب میں کوئی ثالث قوم باقی نہیں رہی تھی۔ ایک طرف مدینہ تھا اور ایک طرف سارا عرب تھا۔ پس عملی طور پر کفّار ہی تھے جو اس تجویز کو پیش کر سکتے تھے۔ مگر اُن کی طرف سے صلح کی کوئی تحریک نہیں ہو رہی تھی۔ یہ حالات اگر سَو سال تک بھی جاری رہتے تو قوانین جنگ کے ماتحت عرب کی خانہ جنگی جاری رہتی۔ پس جبکہ مکہ کے لوگوں کی طرف صلح کی تجویز پیش نہیں ہوئی تھی اور مدینہ کے کفار عرب کی ماتحتی ماننے کیلئے کسی صورت میں تیار نہ تھے تو اب ایک ہی راستہ کھلا رہ جاتا تھا کہ جب مدینہ نے عرب کے متحدہ حملہ کو بیکار کر دیا تو خود مدینہ کے لوگ باہر نکلیں اور کفّارِ عرب کو مجبور کر دیں کہ یا وہ اُن کی ماتحتی قبول کر لیں یا اُن سے صلح کر لیں۔ اور اِسی راستہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ پس گو یہ راستہ بظاہر جنگ کا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت صلح کے قیام کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ کھلا نہ تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے تو ممکن ہے جنگ سَو سال تک لمبی چلی جاتی جیسا کہ ایسے ہی حالات میں پرانے زمانہ میں جنگیں سَو سَو سال تک جاری رہی ہیں۔ خود عرب کی کئی جنگیں تیس تیس، چالیس چالیس سال تک جاری رہی ہیں۔ اِن جنگوں کی طوالت کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جنگ کے ختم کرنے کے لئے کوئی ذریعہ اختیار نہیں کیا جاتا تھا اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں جنگ کے ختم کرنے کے دو ہی ذرائع ہوا کرتے ہیں یا ایسی جنگ لڑی جائے جو دو ٹوک فیصلہ کر دے اور دونوں فریق میں سے کسی ایک کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دے اور یا باہمی صلح ہو جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیشک ایسا کر سکتے تھے کہ مدینہ میں بیٹھے رہتے اور خود حملہ نہ کرتے۔ لیکن چونکہ کفّارِ عرب جنگ کی طرح ڈال چکے تھے آپ کے خاموش بیٹھنے کے یہ معنی نہ ہوتے کہ جنگ ختم ہوگئی ہے بلکہ اس کے صرف یہ معنی ہوتے کہ جنگ کا دروازہ ہمیشہ کیلئے کھلا رکھا گیا ہے۔ کفّارِ عرب جب چاہتے بغیر کسی اور محرک کے پیدا ہونے کے مدینہ پر حملہ کر دیتے اور اُس وقت تک کے دستور کے مطابق وہ حق پر سمجھے جاتے کیونکہ جنگ میں وقفہ پڑ جانا اُس زمانہ میں جنگ کے ختم ہو جانے کے مترادف نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ وقفہ بھی جنگ ہی میں شمار کیا جاتا تھا۔

بعض لوگوں کے دلوں میں اِس موقع پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا ایک سچے مذہب کیلئے لڑائی کرنا جائز ہے؟ (باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ، صفحہ 138 تا 142، مطبوعہ قادیان 2014ء)

اعلان نکاح

مکرم محمد شوقین صاحب ساکن محلہ دار الرحمت، قادیان کے فرزند مکرم محمد کریم صاحب کا نکاح مکرمہ شاہدہ بشریٰ صاحبہ بنت مکرم محمد یونس صاحب امروہی ساکن محلہ نور، قادیان کے ساتھ مکرم مولانا تنویر احمد خادم صاحب نے مبلغ -/62,000 روپئے حق مہر پر مورخہ 9/دسمبر 2020 کو مسجد مبارک قادیان میں پڑھایا۔ رشتہ کے دونوں خاندانوں کیلئے بابرکت ہونے کیلئے قارئین بدر سے دعا کی درخواست ہے۔

(راجہ جمیل احمد، انسپکٹر ہفت روزہ اخبار بدر)

(تمام زیورات 22 کیریٹ) حق مہر -/70,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد عمران الامۃ: شیدہ افشاں گواہ: صابرہ شفیق

مسل نمبر 10207: مَیں Mishal Ahamed ولد مکرم داؤد احمد صاحب،، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 36 سال پیدائشی احمدی، ایم بی منزل (چانداکاداو) فیروکے ضلع کوزیکوڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ یکم/اپریل 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک فلیٹ بمقام بنگلور۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/75,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شریف احمد .بی .جی العبد: Mishal Ahamed گواہ: ٹی جمشاد

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان — Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 69 Thursday 17 - December - 2020 Issue. 51

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 11 ؍دسمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ غزوہ احد کے موقع پر جب حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی کے سپرد کیا چنانچہ حضرت علی اور باقی مسلمانوں نے لڑائی کی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ نے حضرت علی کو للکارا۔ حضرت علی نے آگے بڑھ کر ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو کر تڑپنے لگا۔ حضرت علی نے یکے بعد دیگرے کفار کے علمبرداروں کو تہ تیغ کیا اور انہیں منتشر کر دیا۔ حضرت علی نے شعبہ بن مالک کو ہلاک کیا تو حضرت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً علی ہمدردی کے لائق ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں تو جبرئیل نے کہا کہ میں آپ دونوں میں سے ہوں۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوگ ہٹ گئے تو میں نے شہداء کی لاشوں میں دیکھنا شروع کیا تو ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تب میں نے کہا خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھاگنے والے تھے اور نہ ہی میں نے آپ کو شہداء میں پایا ہے لیکن اللہ ہم سے ناراض ہوا اور اس نے اپنے نبی کو اٹھا لیا ہے پس اب میرے لئے بھلائی یہی ہے کہ میں لڑوں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں۔ پھر میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کفار پر حملہ کیا وہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: یہ عشق و وفا کی وہ داستان ہے جو بچپن کے عہد سے شروع ہوئی اور ہر موقع پر اپنا جلوہ دکھاتی رہی۔ حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ اُحد کے موقع پر جو زخم لگے تھے تو حضرت فاطمہ زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علی ڈھال میں سے پانی ڈال رہے تھے۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں حضرت علی کو سولہ زخم لگے تھے۔ حضرت علی نے احد سے واپس آ کر حضرت فاطمہ کو اپنی تلوار دی اور کہا اس کو دھو دو آج اس تلوار نے بڑا کام کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی کی یہ بات سن رہے تھے آپ نے فرمایا علی تمہاری ہی تلوار نے کام نہیں کیا اور بھی بہت سے تمہارے بھائی ہیں جن کی تلواروں نے جوہر دکھائے ہیں۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضرت علی کی بہادری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ عمرو ایک نہایت نامور شمشیر زن تھا اور اپنی بہادری کی وجہ سے اکیلا ہی ایک ہزار سپاہی کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے میدان میں آتے ہی نہایت مغرورانہ لہجے میں مبارزت طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت علی اس کے مقابلہ کیلئے نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ان کو عنایت فرمائی اور ان کے واسطے دعا کی۔ حضرت علی نے آگے بڑھ کر عمرو سے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص تم سے دو باتوں کی درخواست کرے گا تو تم ان میں سے ایک بات ضرور مان لو گے۔ عمرو نے کہا ہاں۔ حضرت علی نے کہا تو پھر میں پہلی بات تم سے یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر خدائی انعامات کے وارث بنو۔ عمرو نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی نے کہا کہ اگر یہ بات منظور نہیں ہے تو پھر آؤ میرے ساتھ لڑنے کو تیار ہو جاؤ۔ اس پر عمرو ہنسنے لگا اور کہنے لگا میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص مجھ سے یہ الفاظ کہہ سکتا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ تم ابھی بچے ہو۔ میں تمہارا خون نہیں گرانا چاہتا اپنے بڑوں میں سے کسی کو بھیجو۔ حضرت علی نے جواب میں کہا کہ تم میرا خون تو نہیں گرانا چاہتے مگر مجھے تمہارا خون گرانے میں تامل نہیں ہے۔ اس پر عمرو جوش میں اندھا ہو کر اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور ایک آگ کے شعلہ کی طرح دیوانہ وار حضرت علی کی طرف بڑھا اور اس زور سے حضرت علی پر تلوار چلائی کہ وہ ان کی ڈھال کو قلم کرتی ہوئی ان کی پیشانی پر لگی اور کسی قدر پیشانی کو زخمی بھی کیا مگر ساتھ ہی حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے ایسا وار کیا کہ وہ اپنے آپ کو بچا تا رہ گیا اور حضرت علی کی تلوار اسے شانے پر سے کاٹتی ہوئی نیچے اتر گئی اور عمرو تڑپتا ہوا گرا اور جان دے دی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کیلئے مقرر کیا گیا۔ انہوں نے لکھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے ساتھیوں اور مکہ والوں کے مابین ہے۔ اس پر کفار بھڑک اٹھے انہوں نے کہا ہم ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محمد کو رسول اللہ نہیں مانتے اگر مانتے تو ان سے لڑائی کس بات پر ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں معاہدہ میں سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ دینا چاہئے۔ آپؐ نے حضرت علی کو فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو مگر حضرت علی جو فرمانبرداری اور اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ تھے ان کا دل بھی کانپنے لگ گیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ لفظ مجھ سے نہیں مٹایا جاتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لاؤ مجھے کاغذ دو اور کاغذ لے کر رسول اللہ کا لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔

غزوہ خیبر کے موقع پر خیبر کا سردار مرحب اپنی تلوار لہراتا ہوا نکلا اور وہ کہہ رہا تھا کہ خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہتھیار بند بہادر تجربہ کار ہوں۔ اس وقت حضرت علی کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں اُس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا وہ ٹھیک ہو گئیں۔ آپؐ نے انہیں جھنڈا دیا۔ مرحب نکلا اور اس نے کہا کہ خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیار بند بہادر تجربہ کار جبکہ جنگیں شعلے بھڑکا رہی ہوتی ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے ہیبت ناک شکل والے شیر کی مانند جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اُسے قتل کر دیا اور پھر حضرت علی کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں حضرت علی کی ایک مثال بڑی ایمان افزاء ہے۔ آپؓ کا ایک یہودی جرنیل سے مقابلہ ہوا۔ آخر حضرت علی نے اسے گرا لیا اور اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ اتنے میں اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا اس پر حضرت علی اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس پر وہ یہودی سخت حیران ہوا۔ اس نے حضرت علی سے دریافت کیا کہ آپ مجھے چھوڑ کر الگ کیوں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے خدا کی رضا کے لئے لڑ رہا تھا مگر جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے سمجھا کہ اب اگر میں تم کو قتل کروں گا تو میرا قتل کرنا اپنے نفس کیلئے ہو گا خدا کے لئے نہیں ہو گا۔ پس میں نے تمہیں چھوڑ دیا تا کہ میرا غصہ فرو ہو جائے اور میرا تمہیں قتل کرنا اپنے نفس کیلئے نہ رہے۔ یہ کتنا عظیم الشان کمال ہے۔

غزوہ حنین جو شوال آٹھ ہجری میں ہوئی۔ اس موقع پر مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی کے پاس تھا۔ جب گھمسان کی جنگ ہوئی اور کفار کے سخت حملے کی وجہ سے آپ کے گرد صرف چند صحابہ ہی رہ گئے تو ان چند صحابہ میں حضرت علی بھی شامل تھے۔

سریہ حضرت علی بطرف بنو طے کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ڈیڑھ سو افراد کے ہمراہ بنو طے کے بت فلس کو گرانے کیلئے روانہ فرمایا۔ آپ نے حضرت علی کو ایک کالے رنگ کا بڑا جھنڈا اور سفید رنگ کا چھوٹا پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علی صبح کے وقت آل حاتم پر حملہ آور ہوئے اور ان کے بت فلس کو منہدم کر دیا۔

غزوہ تبوک جو 9 ہجری رجب میں ہوا اس کے بارے میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تبوک کیلئے نکلے اور حضرت علی کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ حضرت علی نے کہا کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم خوش نہیں ہوتے کہ تمہارا مقام مجھ سے وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ سے تھا مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو دس ہجری میں یمن کی طرف بھجوایا۔ اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ان کی طرف بھیجا کہ وہ ان کو اسلام کی طرف بلائیں لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ پھر اس پر آپ نے حضرت علی کو بھیجا۔ حضرت علی نے اہل یمن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا پھر پورے ہمدان نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علی نے ان کے قبول اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا کہ ہمدان پر سلامتی ہو۔ اس کے بعد اہل یمن نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت علی نے اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ شکر ادا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کو یمن کا قاضی بنایا۔ آپ نے فرمایا یقیناً اللہ تیرے دل کو ضرور ہدایت دے گا اور تیری زبان کو ثبات بخشے گا پس جب تیرے سامنے دو جھگڑا کرنے والے بیٹھیں تو فیصلہ نہ کرنا یہاں تک کہ تو دوسرے سے بھی سن لے جیسا کہ تو نے پہلے سے سنا۔ ایسا کرنا اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تیرے لئے فیصلہ واضح ہو جائے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی کوئی شک پیدا نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس نے علی کو اذیت دی تو اس نے مجھے اذیت دی۔

آپ نے فرمایا اے لوگو تم علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں بہت ڈرنے والا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: آج بھی میں دعا کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ گذشتہ جمعہ الجزائر کے بارے میں ذکر نہیں ہوا تھا وہاں بھی احمدیوں پر کافی سخت حالات ہیں اور بعض کو اسیر بھی بنایا گیا ہے۔ ان کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے بھی حالات میں آسانی پیدا کرے اور اسیروں کی جلد رہائی کے سامان ہوں حکومت کو بھی عقل دے کہ وہ انصاف سے کام لیتے ہوئے احمدیوں کے حق ادا کرنے والی ہو۔ اسی طرح پاکستان کیلئے بھی دعا کریں اگر ان مولویوں اور افسران کا مقدر یہی ہے کہ وہ اسی طرح کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں تو پھر اللہ تعالیٰ جلد ان کی پکڑ کے سامان پیدا فرمائے اور احمدیوں کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔

خطبہ جمعہ کے آخر میں حضور انور نے مکرم رشید احمد صاحب مرحوم آف پاکستان کا ذکر خیر فرمایا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad